

اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ
مع

اسلام کا نظام احتساب

www.KitaboSunnat.com

مؤلف
مولانا سید محمد متین ہاشمی
رحمۃ اللہ علیہ

سابق ڈائریکٹر



دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب

مُرتَّبہ
رحمۃ اللہ علیہ
مولانا سید محمد متین ہاشمی
سابق ڈائریکٹر



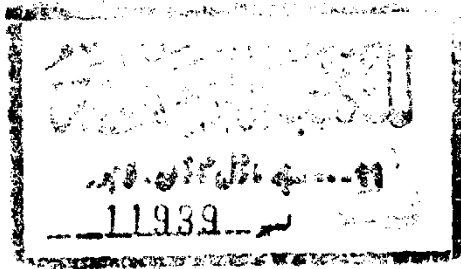
دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

www.KitaboSunnat.com

255, 7
کاش ۱-۱

جملہ حقوق بحق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور محفوظ

- نام کتاب : اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب
- نام مؤلف : مولانا سید محمد متین ہاشمی
- ناشر : ثناء اللہ ڈائریکٹر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور
- باہتمام : حافظ محمد سعد اللہ
- انچارج شعبہ مطبوعات دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور
- طابع : ہفت آرٹ پریس ۱۷ وحدت روڈ، لاہور
- اشاعت سوم : جنوری ۱۹۹۹ء
- تعداد : ۱۱۰۰
- قیمت : ۶۰.۰۰ روپے



مندرجات

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۸	موجب حد وغیر موجب حد مباشرت	۵	انتساب
۴۷	حد لواطت	۷	مقدمہ - لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ)
۵۱	حد قذف (تہمت لگانا)		خواجہ عبدالرشید چیمین دیال سنگھ لائبریری لاہور
۵۱	قذف کی قسمیں	۱۰	عرض مؤلف: مولانا سید محمد متین ہاشمی
۵۱	حد قذف کی مصالح		ڈاکٹر مکرم کریم تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور
۵۹	شراب نوشی	۱۲	اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ
۶۲	حرمت شراب کے مصالح	۱۱	حدود شرعیہ کا فلسفہ
۶۳	خمر کی تعریف	۱۴	فرد اور معاشرہ
۶۵	اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کی شراب نوشی	۱۶	اجرائے حد میں احتیاط
۶۶	اجرائے حد	۲۸	شرعی حدود
۷۰	حد سرقہ (چوری کی سزا)	۳۰	حدود شرعیہ کی مصالح
۷۰	چوری کی قسمیں	۳۰	زنا
۷۱	سرقہ (چوری کے ارکان)	۳۱	حرمت زنا کے اسرار
۷۱	رکن اول	۳۲	حرمت لواطت کے اسرار
۷۲	رکن دوم	۳۳	حد زنا
۷۳	رکن سوم	۳۵	مغرب زدہ افراد کی غلط فہمی
۷۵	رکن چہارم	۳۶	سزا کی بنیادوں کے مابین فرق کا سبب

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۹۴	سحر کے احکام	۷۵	ارتکاب جرم کا ارادہ
۹۵	مرفوع القلم کا ارتداد	۷۷	ثبوت جرم
۹۶	بدینیتی	۷۷	موجب حد اور غیر موجب حد سر کے
۹۷	حد ارتداد	۷۹	کیفیت قطع
۱۰۱	اسلام کا نظام احتساب	۷۹	حرابہ (درہزنی)
۱۰۲	امر بالمعروف ونہی عن النکر کی اہمیت	۸۳	بغاوت
۱۰۴	احتساب عرفی	۸۴	بغاوت کے بارے میں احادیث
۱۰۷	احتساب شرطہ اور قضا	۸۷	ارکان بغاوت
۱۰۸	محتسب متولی اور محتسب متطوع	۸۷	حاکم کے خلاف خروج
	کے درمیان فرق	۸۸	طاقت کا استعمال
۱۱۰	شرائط محتسب	۹۰	بدینیتی
۱۱۰	آداب محتسب	۹۰	اجرائے حد
۱۱۳	عمل احتساب	۹۲	ارتداد
۱۱۴	احتساب اور مسلم حکومتیں	۹۲	ارکان ارتداد
		۹۷	رجوع عن الاسلام

انتساب

ان شہداء کے نام جنہوں نے نظام مصطفیٰ
کے قیام کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا

بہ آں گرو ہے کہ از ساغر وفا مستند
سلام مابرسانید ہر کج باہستند

سید محمد متین ہاشمی

دیباچہ طبع سوم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

اسلامی حکومت میں اسلامی حدود (سزاؤں) کا نفاذ نہ تو کسی حکمران کی صوابدید پر ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی حکمران انہیں سیاسی انتظام کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔ یہ حدود تو اس رب ذوالجلال والا کرام نے عائد فرمائی ہیں جو اپنے بندوں پر ساری کائنات میں سب سے زیادہ مہربان ہے۔ ان کے نفاذ کا بڑا مقصد اسلامی حکومت میں بسنے والے ہر فرد کی عزت و آبرو اور جان و مال کا تحفظ اور انسانیت کی تکریم ہے نہ کہ توہین۔ پھر یہ کہ یہ حدود یونہی اندھا دھند نافذ نہیں کر دی جاتیں بلکہ ملزم پر فرد جرم عائد کرنے کیلئے شریعت اسلامیہ میں کئی شرائط، لوازم، حدود و جہ احتیاط اور کڑا معیار شہادت مقرر ہے۔ اسلامی حدود کے نفاذ کا یہ مطلب نہیں کہ پھر ملک میں سب کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے اور بدکاری کے معمولی شے پر لوگوں کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ یہ محض مغرب زدہ لوگوں، کاپرو پیگنڈ اور اسلام دشمنی ہے۔

اس کتاب میں مولانا تاج محمد متین حاشی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ نے قوانین مغرب سے متاثر اور مرعوب حضرات کی اسی قسم کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے اسلامی حدود کا فلسفہ، مصالح، اجزائے حد میں احتیاط اور معاشرے میں ان کی برکات کو بیان کرتے ہوئے حدود شریعہ کا مختصر اور جامع تعارف کرایا ہے۔ ساتھ ہی اسلام کے نظام احتساب کی اہمیت اور اس کے شرائط و آداب پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب ”بقامت کمتر و بقیمت بہتر“ کا عین مصداق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سراسر فنی کتاب ہونے کے باوجود بہت عرصہ سے اس کا دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہو چکا تھا۔ مگر اہل علم کی طرف سے اس کی مانگ بدستور جاری تھی۔ لہذا دیوال سنگھ ٹرسٹ لاہور نے پنجاب پبلک لا بریری ریز فاؤنڈیشن کے مالی تعاون سے اس کی اشاعت کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ کتاب ہذا کا تیسرا ایڈیشن محمد اللہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم نے اپنے تئیں اس کی طباعت، جلد بندی اور ٹائٹل وغیرہ کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ کریم ہماری اس چھوٹی سی علمی خدمت کو قبول فرمائے اور مولف مرحوم کیلئے جلدی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الامین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

حافظ محمد سعد اللہ

انچارج پبلیکیشنز

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا محترم سید محمد متین ہاشمی نے اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ لاکھ کر ایک دفنی ضرورت کو پورا کر دیا ہے جس کی افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اصل بات، کوائف کا جمع کرنا اور ان کو یکجا کر دینا تھا۔ غالباً یہ ہماری تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ یہ فلسفہ لکھا ہو کہ ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ آجکل کی سیاست میں نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دور دورہ ہے۔ خدا کرے یہ کتاب ایسے احباب کے لئے نشانِ راہ کا کام دے جو اس نظام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ نظام مصطفیٰ، نظام شریعت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام کو نافذ کر کے اپنی قوم و امت کی رہنمائی کی۔ جب کہ اسی طرح یہ حدود انسانی مجبوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے عمل میں لائی جاسکتی ہیں۔ بعدہ اگر فقہاء نے اپنی اجتہادی استعداد کو بروئے کار لا کر اس کے مناسب نفاذ کو سمجھا دیا، احساس سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدود کے بار بار کرنے میں دفنی اجتہاد مانع نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری تاریخ نے مختلف اوقات میں مختلف فتوے پیش کئے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر ان کی کیا ضرورت پیش آئی۔ بنیادی طور پر حدود اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ مگر دفنی تفاسیر بدلتے رہتے ہیں اور مختلف حالات کے اندر انسانی مجبوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان میں نرمی برتی جاسکتی ہے۔ اول تو حدود کے نافذ کرنے کے لئے اسلامی حکومت جو صحیح معنوں میں اسلامی حکومت ہو اس کا قیام ضروری ہے۔ مسلمانوں کے ملک میں جدید طرز حکومت اسلامی نظام نہیں کہلا سکتا۔ قرآن حکیم کے اندر ہر قسم کی حکومتوں کا نقشہ موجود ہے۔ اصل بات عدل و انصاف کی ہے تاکہ مسلمانوں کے حقوق لوگوں کی زندگیاں آسان بن جائیں اور ہر ایک کی ضروریات زندگی اس کو بہم پہنچا دی جائیں اور معاشرہ پرسکون ہو اور خوفِ زدگی سے بھر آ ہو۔ اگر یہ حالات پیدا نہیں کئے جاسکتے تو یہ کچھ بیکار ہے۔

مولانا ہاشمی نے تمام سنگین جرائم کے متعلق آیاتِ قرآنی، احادیث اور مثبت روایات

کو جمع کر دیا ہے تاکہ کسی بھی سزا کو نافذ کرنے کے لئے وقت پیش نہ آئے۔ اصل بات جو پیش نظر رہنی چاہیے وہ یہ ہے کہ دین جو طریقہ و طرز زندگی کا نام ہے اس میں سہولت پیدا ہو۔ لاکڑاہ فی الدین قرآن حکیم کی مشہور آیت پیش نظر رہنی چاہئے۔

اصل بات جو سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ دین ہے کیا چیز؟ میرے خیال میں دین ایمان سے مختلف چیز ہے۔ دونوں سے انحراف مختلف قسم کی سزاؤں کا حقدار ہے۔ مثلاً ایمان سے منحرف ہونے والا شخص مرتد ہے اور اس کا قتل واجب ہے۔ مگر دین سے (یعنی طرز زندگی) منحرف شخص مرتد نہیں ہوتا۔ دین کے اندر انسان کی جلی خواہشات کو پورا کرنے کا بندوبست کر دیا گیا ہے اور اس طرح انسان کو ان حدود کی بنا پر اپنے پر پورا کنٹرول رکھنے کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ ویسے تو انسان کو عقل ہے۔ سرفراز کیا گیا ہے جو اندرونی طور پر اس کو قابو میں رکھتی ہے (عربی میں عقل بچھاڑی کو کہتے ہیں) اور خارجی طور پر یہ کام حدود سے لیا جاتا ہے۔ اگر انسان اپنی عقل سے کام نہیں لے گا تو حکومت خارجی طور پر اس پر حدود قائم کر دے گی۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ معاشرے کے اندر اخلاقی ضبط و نظم قائم رہے۔ اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ حدود اسی وقت نافذ کی جاتی ہیں جب پانی سر سے گزر جائے۔ درندہ ان جرائم کے لئے گواہوں کا مہیا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ تب ہی مل سکیں گے جب گناہ برسر عام ہونے لگیں گے۔ جیسے آجکل۔ اسی لئے ان حدود کا جاری کرنا حکومت کا فرض ہو گیا ہے۔ یہ حدود اخلاق کو برقرار رکھنے کے لئے جاری کی جاتی ہیں اور اخلاق ہی ایک ایسی بنیاد ہے جس پر قوم کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں

وَلَيْسَ بِأَمْرِ بَيِّنٍ قَوْمٌ إِذَا اخْلَاقُهُمْ كَانَتْ خَرَابًا

اخلاق، خلق اور خلق سے ماخوذ ہے۔ خلق خارجی تخلیق کو کہتے ہیں اور خلق داخلی تخلیق کو۔ گویا اخلاق کے دونوں پہلو تعمیر ہیں، اس میں تخریب نہیں۔ بس سمجھ لینا چاہئے کہ جہاں تخریب ہے وہاں تعمیر نہیں اور حدود جاری کر دینی چاہئیں۔ جہاں تخریب ہوتی ہے وہاں شور مڑتا ہے تیز رفتاری ہوتی ہے، جھوٹ عام ہو جاتا ہے اور ناقابل مدلل ہوتا ہے

جہاں تعبیر ہوتی ہے وہاں خاموشی ہوتی ہے ایسا انداز ہی ہوتی ہے اور لوگ سچ بولتے ہیں۔ یہ
 پیمانہ ہے حدود اللہ جاری کرنے کا۔ اگر ان حالات کے ہوتے ہوئے حکومت دعویٰ کرے
 کہ وہ اسلامی حکومت ہے تو وہ سراسر جھوٹ ہوگا۔ جو حکومت حدود اللہ جاری نہ کر
 سکے وہ غیر شرعی حکومت ہے اور نظام مصطفیٰ نافذ نہیں کر سکتی۔

لیفٹننٹ کنل دریٹائرڈ خواجہ عبدالرشید صاحب

چیئرمین دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری : لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض مؤلف

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

اس وقت ہمارے ملک کے گوشے گوشے میں نظام مصطفیٰ کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ تمام سیاسی پارٹیاں خواہی خواہی نظام مصطفیٰ کا نعرہ بلند کرنے پر مجبور ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ باوجود اگلے کہیں سال تک مسلسل اس ملک کے عوام کو اس ملک کے سیاسی نظریات سے ہٹانے کی کوشش کی گئی اور اس کیلئے ہمارے طاقتور ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹی وی اخبارات و جرائد اور فیشن شو استعمال کئے گئے لیکن اس ملک کے عوام آج بھی محمد اللہ نظریاتی اعتبار سے اسی مقام پر کھڑے ہیں جہاں آج سے تیس سال قبل تھے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ جس نام پر اس خطہ زمین کو حاصل کیا گیا تھا اسی کے نظام کو یہاں رائج کیا جائے۔ انشاء اللہ العزیز یہ مطالبہ پورا ہو کر رہ گیا۔ چونکہ نظام مصطفیٰ کا ایک اہم جز ”حدود اسلامی“ بھی ہیں اور ان کے بارے میں مغرب زدہ اور دین دشمن عناصر قہر و غلبہ کی غلط فہمیاں بھی پھیلا رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حدود اسلامی نافذ ہونے کے بعد پاکستان میں لاکھوں آدمیوں کے ہاتھ کاٹ دئے جائیں گے اور جہدہر دیکھو اُدھر ہی ٹنڈے نظر آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے کہ ریڈیو، ٹی وی وغیرہ بند کر دئے جائیں گے۔ عورتوں کے سر نہ ڈگر انہیں گھر میں بٹھا دیا جائے گا۔ غرض کہ جتنے منہ اتنی سی باتیں ہیں۔ اسلئے میں نے سوچا کہ ایک مختصر سا مقالہ حدود اسلامی اور ان کے فلسفے کے بارے میں مرتب کروں جہاں گوشہ گوشہ کی بات ہے کہ غلط فہمیاں رفع و طول، نیز حدود اسلامی کے نفاذ کا ایک دھندلا راخا کہ تاریک نام کے سامنے آجائے۔ اللہ کا نام لیکر جو مذہب کو کھنا شروع کیا تو باوجود ہر ممکن ایجاز کے مقالہ طویل ہو گیا۔ دراصل یہ مقالہ میں نے یہاں کے ایک دینی ماہر کیلئے لکھا تھا یہ تو ہمارے محترم لفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) خواجہ عبدالرشید صاحب چیمبرلین دیال سنگھ لاہور پری کی علم پروری اور نکتہ نوازی ہے کہ یہ مقالہ اور میرا اسی ترتیب دیا ہوا ایک دوسرا مقالہ ”اسلام کا نظام احتساب جو مصلحت میں ماہنامہ المعارف (لاہور) میں شائع ہو چکا ہے کہ اتنی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے اس کی صورت یہ ہوئی کہ مقالہ لکھ کر میں نے کرنل صاحب کی خدمت میں بحیث و تحیص کے

لئے پیش کیا اور یہ ہم لوگوں کا ہمدان ہے کہ جب کوئی علمی یا تحقیقی کام کرتے ہیں تو اسے بحث و تحقیق کیلئے اس اجتماع میں پیش کیا جاتا ہے جو ہر جمعرات کو ریسرچ سیل دیال سنگھ لائبریری میں کرنل صاحب مصروف کی زیر صدارت منعقد ہوتا ہے۔ کرنل خواجہ عبدالرشید کی ذات علمی حلقوں میں ممتاز ہے، تعارف نہیں ہے۔ آپ اگرچہ پیشہ کے اعتبار سے ایک ریٹائرڈ فوجی ڈاکٹر ہیں، مگر علمی و تحقیقی ذوق، ندرت، فکر اور سب سے بڑھ کر قرآن سے عشق شاید خواجہ صاحب کے خمیر میں شامل ہے۔ آپ خواجہ صاحب سے بتانا چاہیں یا اختلاف کریں لیکن یہ آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ خلوص و صداقت کے پیکر اور اپنے سینے میں درد دل رکھنے والے شخص ہیں۔

مقالے کے مطالعے اور اس پر مقررہ اجتماعات بحث و تحقیق کے بعد کراہی صاحبہ نے فیصلہ فرمایا کہ اس مقالے کو اور میرے ایک دوسرے مقالے کو جبکہ عنوان "ادب کا نظام اعتدال" تھا، آپنی شکل میں ریسرچ سیل دیال سنگھ لائبریری، کراہی سے شائع ہوگا۔ اور اس کے علاوہ مخلصانہ فیصلہ آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ

"ادب کا ہمدان اور ادب کا فلسفہ" نامی مقالے کے ساتھ لکھا گیا ہے اس کے علاوہ (۱) مباحثہ ادبی اور فہم مجزیات کے اعتبار سے، (۲) کوشش نہیں کہ کوئی زیادہ تر مباحثہ سرسبز اور ادبی اور ادبی انداز میں پیش کیے گئے ہیں، (۳) انشاء اللہ ان کے اسلامی حدود کے موضوع پر بہت جلد ایک مضمون لکھا جائے گا، (۴) ان کی خدمت میں پیش کروا دیا گیا، (۵) ان کے توفیق سے یہ بیان لیا جائے گا۔ میں آخر میں، ایک مرتبہ پھر مجھے قلب سے جناب انجینئر کرنل درویشی خواجہ عبدالرشید صاحب، چیئرمین دیال سنگھ لائبریری کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی سمیت انسانی اور زکوٰۃ نوازہ کے بنیادی نظام کا انجمن اپنا مشکل تھا جنہاں ایم ایچ صدیق، سیکرٹری لائبریری، اور عزیز کا مہذب، حافظ غلام حسین صاحب ایم اے، ریسرچ اسٹنڈ، ریسرچ سیل بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اول الذکر نے اپنی تجویز کو عملی جام پہناتے ہیں اور آخر الذکر نے پروردگار پر بھروسہ اور دیگر امور کے انجام دہی میں مکمل تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نظام منطقی کی اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کیلئے توشیح آخرت بنائے۔ آمین۔

سید محمد متین، راشی
دوامت ۲۸ اگست ۱۹۹۷ء

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ

حد لغت میں الْحَاذِرُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ (یعنی دو چیزوں کے درمیان نسل بن جانے والی چیز) کو کہتے ہیں۔

اور فقہاء کے نزدیک عَقُوبَةُ مُقَدَّرَةٍ حَقٌّ بِاللَّهِ (وہ سزا جو اللہ تعالیٰ کے حق کی حیثیت میں واجب ہوتی ہے) کو حد کہتے ہیں۔

حدود شرعیہ کا فلسفہ | دیگر شرائع اور ملکی قوانین مثلاً رومن لاء کی طرح اسلام میں حدود و تعزیرات کو بطور انتظام کے جاری نہیں کیا جاتا، بلکہ حدود شرعیہ کے نفاذ کا مقصد وجہ نظام تمدن کے اختلال کو روکنا، مظلوم کی حمایت، شریف اور امن پسند شہریوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا اور سماج دشمن عناصر کے دل میں خوف پیدا کر کے انہیں ایسی حرکات سے باز رکھنا ہے جن کے باعث اللہ کی زمین میں فساد جنم لیتا اور معاشرے کا اخلاقی معیار پست ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں حدود شرعیہ کے فلسفہ پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

”بعض معاصی کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے۔ یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا، نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا اور مسلمانوں کے معاشرے کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ

المعلم بطرس البستانی، محیط المحيط، ۱: ۳۵۸، طبع بیروت سنہ ۱۴۰۵ھ ایضاً

معاصی کچھ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ دوچار از کتاب کرنے سے اُن کی لت پڑ جاتی ہے اور اُن سے پچھیا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی معاصی میں محض آخرت کا خوف، دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرت ناک سزا مقرر کی جائے کہ اُس کا مرتکب اپنے معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اور ساری زندگی سوسائٹی کے دیگر افراد کے لئے سامانِ عبرت بنارہے۔ اور اس کے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کرنے کی جرأت کریں۔ اس کی ایک واضح مثال زنا ہے۔ زنا کا محرک صنفی خواہش کا غلبہ ہے عورتوں کے حسن و جمال سے اس جذبے کو تقویت ملتی ہے اور یہ ایسا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے عورت کے اہل خاندان کو سخت رسوائی بھی اٹھانی پڑتی ہے اور اس کی وجہ سے کشت و خون ہوتا ہے چونکہ اکثر یہ فعل فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے اور اس کا محل از کتاب عموماً کوئی پوشیدہ جگہ ہوتی ہے اس لئے اگر اس کی سزا عبرت ناک نہ رکھی جاتی تو اس برائی کے پھیل جانے میں ذرا بھی دیر نہ لگتی۔

اس کی دوسری مثال سرقہ یعنی چوری ہے۔ چونکہ انسان بااوقات اپنے لئے کوئی جائز اور حلال ذریعہ معاش نہیں پاتا ہے اس لئے وہ چوری کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیتا ہے۔ زنا کاری کی طرح دو ایک بار کرنے سے اس کی بھی لت پڑ جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کے لئے بھی عبرت ناک سزا مقرر کی جائے۔

زنا اور چوری کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان دوسرے جرائم کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جن کے ارتکاب پر شرعی حدود جاری ہوتی ہیں اور پھر شرعی

۱۔ شاہ ولی اللہ، حجتہ اللہ البالغہ، ۲: ۱۵۸، طبع مکتبہ سلیمانہ لاہور ۱۳۹۵ھ

صالح لی نشان دہی کی ہے۔

فرد اور معاشرہ | اسلام نے دنیا میں جو نظام اصلاح قائم کیا ہے اس کی ابتدا فرد کی اصلاح سے ہوتی ہے۔ یعنی پہلے فرد میں ایمان، تقویٰ، عمل صالح اور اخلاقِ حسنہ کی صفات پیدا کر کے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ ایک بلند معیار معاشرے کا جز بن سکے۔ نماز، روزے، صدقات و زکوٰۃ ان ساری عبادتوں کا مقصد ہی یہی ہے کہ انسان میں خوفِ خدا پیدا ہو۔ وہ فحش اور منکرات سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی بچنے کی نصیحت کرے۔ چنانچہ قرآن کریم کی سورۃ عصر میں ارشاد باری ہے۔

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
”زمانے کی قسم! بیشک انسان گھاٹے میں ہے مگر وہ لوگ (گھاٹے میں نہیں ہیں) جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور لوگوں کو سچ بتایا اور صبر کی نصیحت کی“

اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے چار خصلتوں کے حامل انسانوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ گھاٹے میں نہیں ہیں بلکہ ایمان والے و عمل صالح والے سنیکی کی تبلیغ کرنے والے ہیں اور نیکی کی تبلیغ میں مشکلات کو صبر و ضبط سے برداشت کرنے والے۔ اگر مذکورہ بالا آیات پر ذرا گہری نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ ان آیات میں فرد اور معاشرہ کی فلاح و صلاح کیلئے جن جن باتوں کی ضرورت ہو کر تھی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالِ حیا نے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔ ایمان اور عمل صالح انسان کی انفرادی زندگی کو سنوارنے کے لئے کافی ہیں اور تواصی بالحق و تواصی بالصبر معاشرے کی بہبود مضمّن ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص ایمان اور عمل صالح کی دولت سے محروم ہے تو وہ کبھی بھی ایک صالح معاشرے کا مفید جز نہیں بن سکتا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو صحیح

نہ ہو گا کہ وہ ایک فرد ایک خاندان، ایک محلے اور ایک ملک کو تباہ کر سکتا ہے۔ اس کی مثال تو اس دانت کی ہے جس میں پاپیوریا کے جراثیم داخل ہو کر اسے بیکار کر چکے ہیں۔ لہذا اگر کوئی دانتوں کا ماہر ڈاکٹر اسے دیکھے گا تو وہ فوراً یہ فیصلہ دے گا کہ اسے دانتوں کے اجتماع سے الگ کر دیا جائے ورنہ وہ دوسرے دانتوں کو بھی خراب کر دے گا۔ حدود شرعیہ کے نفاذ میں بھی اسلام نے اسی طرح کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور اپنی مصالحت کے تحت اخلاقی جرائم کی سخت سے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

شریعت نے حدود جاری کرنے میں خصوصیت کے ساتھ دو مقاصد پیش نظر رکھے ہیں: ۱۔ مجرم میں سزا کا خوف پیدا کرنا۔ تاکہ وہ دوبارہ اس جرم کا ارتکاب نہ کرے۔ ۲۔ مجرم کو دوسروں کے لئے سامان عبرت بنا دینا۔ تاکہ دوسرے لوگ اس جرم کے ارتکاب سے پرہیز کریں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

لَا تَأْخُذْ بَعِثَةَ الْفُلَانِ فِي فَنَاءِ لَدُنْكَ وَالْكَافِرُ أَكْبَرُ مَنَافَةً مَّا أَقْبَلَتْ جَلْدَةً وَلَا تَأْخُذْ كُفْرَهُمَا رَأْفَتِي فِي دِينِ اللَّهِ إِنَّ كُفْرَهُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَفَهُمَا عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (النور - ۲)

”زنا کا مرد اور زنا کار عورت ہر ایک کو ان دونوں میں سے نیکو کوڑے مارو اور تم کو ان دونوں پر اللہ کی حد جاری کرنے میں کسی قسم کا قفس اور رحم نہ آئے بشرطیکہ تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور نیز ان دونوں کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہئے۔“

اس آیت کا آخری حصہ یعنی وَلَيْشَفَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ خاص طور پر قابل غور ہے۔ کیونکہ اسی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ محض سزا دینا ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اس سزا کو عبرت کا ذریعہ بنانا مقصود ہے۔ اب بات صاف ہو گئی کہ سزا سے فرد کی اصلاح ہوگی اور اس سزا کی فائز سے دیگر افراد معاشرہ عبرت پکڑیں گے۔

۱۔ واضح رہے کہ کلموں کی سزا عیسائی شہ زائین اور زلی کے لئے ہے۔ شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی سزا ہے۔
توان کی سزا جہر یعنی سنگ بڑھ دینا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

بالکل یہی صورت حال چوری کے معاملے میں بھی ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو سخت اذیت کا احساس ہوتا ہے اور عمر بھر کے لئے وہ جسمانی طور پر معذور ہو کر احساسِ ندامت میں گرفتار رہتا ہے۔ بد صورت ہو جانا اس پر تیز آد ہے۔

اس لئے یقین کیا جاسکتا ہے کہ آئندہ وہ اس فعلِ شنیع کے ارتکاب سے باز رہے گا اس طرح انفرادی اصلاح ہوتی اور جب ایک شخص معاشرے میں ہر وقت اپنا کٹا ہوا ہاتھ لئے پھرتا رہے گا تو اسے دیکھ کر لاکھوں آدمی عبرت پکڑیں گے۔

اور اگر کبھی کسی کے دل میں چوری کا داعیہ بھی پیدا ہو گا تو اسے وہ آدمی غمزدار یا دہشت گرد لگے گا جسے اُس نے کسی وقت اپنے محلے یا بازار میں ”دست بریدہ“ دیکھا تھا۔ یہی یاد اور خیال اسے چوری کے ارتکاب سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے۔

اجہرائے حد میں احتیاط | اس میں کوئی شک نہیں کہ جرائم کے مکمل استیصال کے لئے شریعت نے سخت قسم کی سزائیں مقرر کی ہیں لیکن ان سزاؤں کے اجراء میں حد سے زیادہ خرم و احتیاط برتنے کا حکم ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک حکم فرمایا ہے کہ:-

عن عائشة رما قالت قال رسول الله	”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم
صلی الله عليه وسلم ادرؤا الحدود	صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنا تم سے
ان المسلمین ما استطعتم فان کان	ہو کہ تم ان لوگوں سے حد کو دفع کیا کرو۔ اگر
له مخرج فخلوا سبيله فان الامام	ذرا بھی گنجائش ہو کہ مزمہ سزا سے بچ جائے تو اسے
ان یخطی فی البفوخیہ من ان یخطی	بچ جانے دو کیونکہ ممانہ کر دینے میں اگر حاکم

لے ابو عیسیٰ الترمذی : جامع الترمذی : ۲۲۴ : طبع نور محمد کراچی

سے غلطی کمزور ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ مرزا
دینے میں اس سے غلطی ہو۔

اسی طرح جب ماعز اسلمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو روایت کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے حتیٰ الوسع حضرت ماعز کو ٹالنے کی کوشش فرمائی اور ماعزؓ نے چار مرتبہ نہایت واضح اور صریح الفاظ میں اعتراف گناہ کیا تو انہیں رحم کی سزا دی۔

عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: فاعترف بالزنا فاعرض عنه النبي صلى الله عليه وسلم حتى شهده على نفسه اذ بع مرأت قال له النبي صلى الله عليه وسلم االك جنون قال لا قال لمصنن قال نعم فاهربه فرجعه بالمصلى له

”حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص (ابو اسلمی) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے اس سے اپنے رخ کو پھیر لیا (وہ اعتراف کرتا رہا اور آپ اپنا رخ پھیرتے رہے) یہ سن کر اس نے اپنے گناہ پر چار مرتبہ شہادت دی تب آپ نے ارشاد فرمایا، کیا تو پاگل ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا ”جی ہاں“ تب آپ کے حکم سے اسے عید گاہ ہی میں لے جکر دیا گیا۔

ابوداؤد و ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ماعزؓ کو پتھر کی سخت چوٹ لگی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن حضرت عبداللہ ابن امیہؓ نے انہیں اونٹ کی ہڈی سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے۔ پھر جب حضرت عبداللہ بن امیہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے ارشاد

۱۰۰۶ : ۲ : صحیح البخاری : طبع دہلی ۱۳۲۵ھ

پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

فرمایا جلالتہ کتبہ سلم ان یتوب فیتوب اللہ علیہ (تم نے اسے چھوڑ لیں
 نہیں دیا ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا۔)
 حضرت ماعز سلمیٰ نے قبیلے کی ایک باندی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا،
 انہوں نے اپنی اس غلطی کا سب سے پہلے حضرت ہزالؓ کے پاس اعتراف کیا۔
 ہزالؓ نے انہیں مشورہ دیا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو
 کر اعتراف کرو شاید آپ تمہارے لئے کوئی راستہ پیدا فرمادیں۔ آپ کو جب
 یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ہزالؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔
 لَوْ سَوَّيْتُ بَنِيَّ لَكَ كَانَ خَيْرًا لَّكَ ۖ ”اگر تو اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیتا تو
 تیرے حق میں بہتر ہوتا۔“

اب لگے ہاتھوں ابو داؤد شریف کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے۔
 حضرت عبداللہ بن بریظہ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں
 کہ غامریہ کی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض
 کیا کہ ”میں نے بدکاری کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: واپس جا، وہ چلی گئی۔
 دوسرے دن وہ پھر حاضر خدمت ہوئی اور اس نے کہا کہ:۔
 ”شاید آپ مجھے بھی اسی طرح لوٹا (ڈالنا) چاہتے ہیں جس طرح آپ نے
 ماعز بن مالک کو لوٹا دیا تھا۔ خدا کی قسم میں تو حاملہ ہوں۔“ آپ نے دوبارہ یہ
 ارشاد فرمایا کہ ”یہاں سے چلی جا“ اور وہ چلی گئی۔ تیسرے دن وہ پھر آئی اور
 آپ نے اسے واپس فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ جب ولادت ہو جائے تب آنا۔
 ولادت کے بعد وہ نومولود بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے اسی
 بچے کو جنم دیا ہے۔“ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”اسے لے جا اور دودھ پلا جب دانہ

۱۔ ابو داؤد سلیمان البستانی، سنن ابی داؤد: ۳/۲۰۵، طبع مصر ۱۳۵۸ھ

۲۔ شیخ ابی امین العمري التبريزي، مشکوٰۃ: ۲/۲۹۲، طبع دمشق

کھانے لگے تو لیکر آنا۔ (وہ چلی گئی اور دودھ پلانے کی مدت گزار کر) دوبارہ اس بچے کو لے کر آئی۔ اس وقت بچے کے ہاتھ میں کوئی کھانے کی چیز تھی جسے وہ کھا رہا تھا۔ تب آپ کے حکم سے وہ بچہ کسی مسلمان کی سپردگی میں دے دیا گیا۔ اور ایک گڑھا کھودا گیا اور اس عورت کو اس میں کھڑا کر کے سنگسار کر دیا گیا۔ پتھر مارنے والوں میں حضرت خالد بن ولیدؓ بھی تھے۔ جب انہوں نے اُسے پتھر مارا تو اس عورت کے خون کا ایک قطرہ اُڑ کر حضرت خالدؓ کے چہرے پر پڑا اور حضرت خالدؓ نے اس عورت کو گالی دی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خالد! ایسا نہ کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس عورت نے تو ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ (ناجائز) ٹیکس وصول کرنے والا شخص بھی کرتا تو اس کی مغفرت ہو جاتی۔ آپ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھنے کا حکم فرمایا اور وہ دفن کر دی گئی۔

اس روایت میں عورت کا یہ قول قابل غور ہے کہ ”شاید آپ مجھے بھی اسی طرح لوٹانا (ڈالنا) چاہتے ہیں جس طرح آپ نے ماعز بن مالک کو لوٹا دیا تھا“ اس جملے سے یہ بات مترشح ہو رہی ہے کہ اس عورت نے بھی یہ محسوس کر لیا تھا کہ آپ اسے ٹالنا چاہتے ہیں۔

ہر چند کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ چار گواہوں کی کمی مجرم کے چار مرتبہ اقرار سے پوری کرنا چاہتے تھے لیکن اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی یہ خواہش تھی کہ مجرمین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لیں اور ان کے اوپر حد جاری نہ کرنی پڑے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

ادْرُوا الْحُدُودَ بِالشَّهْمَاتِ (یعنی اگر جرم کے ثبوت میں ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو

جائے تو حد کو دفع کر دو) علامہ محمد فرید وجدی نے دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ

وقد قال المشترعون الاسلاميون "علمائے اسلام نے فرمایا ہے کہ فاسخی کو تو ان القاضي مندوب الى الاحتيال اس بات کی طرف مائل کیا گیا ہے کہ وہ حد لحد و الحد لے کو دفع کرنے کے لئے راستے پیدا کرے۔"

یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار جرم کرنے والوں کو اپنے اعتراف سے رجوع کی تلقین فرمائی۔ مثلاً جب ایک چور نے چوری کا اعتراف کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اسرق ما احواله سرق لہ (کہا، اس نے چوری کی؟ میرا خیال ہے کہ اس نے چوری تو نہیں کی۔) یا حضرت عمر فاروقؓ کا یہ قول کہ:-

اطود المعة توفین لہ (اقرار جرم کرنے والوں کو بھگا دیا کرو۔)

حد و د کے اجراء میں تسامح کی ایک واضح مثال زنا کی شہادت کا قانون ہے جس میں چار گواہوں کی شہادت ضروری قرار دی گئی اور اس میں بھی لمحض مخصوص ہیئت کے ساتھ بیٹنے کی ہی شہادت کافی نہیں سمجھی گئی بلکہ لازمی طور پر عمل جماع کی شہادت کو لازمی رکھا گیا ورنہ گواہوں پر حد قذف (تہمت لگانے کی حد) جاری کر دی جائے گی۔ اس میں بھی یہ تسامح بڑھا گیا کہ اگر تین آدمی عمل جماع کی شہادت دیں اور چوتھا گواہ یہ کہے کہ میں نے فلاں عورت اور فلاں مرد کو ایک بستر میں دیکھا اور عمل جماع کی شہادت نہ دے تو پہلے تینوں کی شہادت باطل ہو جائے گی۔ (۲) قتل میں تو سماعی شہادتیں قبول کی جاسکتی ہیں لیکن زنا میں مقبول نہیں ہیں۔ (۳) اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا میں ملوث پایا گیا اور اس نے دعویٰ

۱۔ محمد فرید وجدی، دائرۃ معارف القرن العشرين

۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً

کر دیا کہ میں نے اس عورت سے نکاح کر لیا ہے تو حد ساقط ہو جائے گی۔
(۴) اگر گواہوں نے کسی شخص کے بارے میں زنا کی (مطلوبہ) شہادت دی
لیکن انہوں نے اپنے بیان میں یہ کہہ دیا کہ ہم مزینہ کو نہیں پہچانتے کہ وہ کون عورت
تھی تو حد ساقط ہو جائے گی۔

(۵) اگر کسی شخص نے چار مرتبہ یہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ زنا
کیا ہے لیکن عورت کہے کہ اس نے میرے ساتھ زنا نہیں کیا اور نہ ہی اس کو میں
پہچانتی ہوں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت اور مرد دونوں سے حد
ساقط ہو جائے گی۔

(۶) جنگ کے دوران میں اگر کوئی شخص چوری کے جرم میں پکڑا جائے تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔
(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایام قحط میں چور کا ہاتھ کاٹنے سے منع
فرمایا ہے۔

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں سپاہیوں یا سردار پر
حد جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۹) جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے ابو عجم پر شتر انبوشتی
کی حد جاری نہیں کی تھی۔

مندرجہ بالا احادیث، اقوال صحابہ اور اصولوں کی روشنی میں ایک
معمولی عقل کا انسان بھی بہ آسانی حدود کے اجراء کے معاملے میں شریعت
کے منشاء کو سمجھ سکتا ہے۔ دراصل شریعت یہ چاہتی ہے کہ شریعت اور دونوں فطرت
عناصر کے دل میں خوف خدا بٹھا کر انہیں ایسے اقدامات سے باز رکھا جائے، جو
صالح معاشرے میں اختلال پیدا کرتے ہیں۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ محض قانون

۱۔ عالم دیکھیے : دائرۃ معارف القرآن العشرين : محمد فرید و جہدی ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۰

بنکر لوگوں کی اصلاح کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے کیونکہ قانون شکنی کے لئے
 سینکڑوں چور دروازے نکالے جاسکتے ہیں۔ اصلاح کے مفقود کو شریعت عوام
 کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا کر کے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی
 جن ملکوں میں باقاعدہ طور پر شرعی حدود و تعزیرات نافذ ہیں وہاں جرائم کا صدور
 نہیں کے برابر ہے۔ مثال کے طور پر سعودیہ عرب ہی کو لے لیجئے، جہاں کے
 دوکاندار لاکھوں روپے کا مال دوکانوں میں چھوڑ کر نماز پڑھنے اور دوسری تمام
 ضروریات کے لئے چلے جاتے ہیں۔ لیکن مجال نہیں کہ کسی کے ایک پیسے کا بھی
 مال کوئی چوری کرے۔ اس بیسویں صدی میں جبکہ معمولی سی غفلت ہونے پر یار
 لوگ آنکھوں کا نمہ بھی چُرا لیتے ہیں اگر آپ کا بٹوہ لٹک پر گر جائے اور اس میں
 ہزاروں روپے موجود ہوں تب بھی کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کو تیار
 نہیں ہوتا حالانکہ ”قطعید“ کا واقعہ بمشکل دو چار سالوں میں ایک مرتبہ ہوتا ہو
 گا۔ بلکہ شیخ الازہر عبدالحکیم نے ایک مرتبہ اپنے ایک اخباری بیان میں فرمایا
 کہ ”سعودیہ میں اٹھارہ سال کے عرصے میں صرف دس آدمیوں کے ہاتھ کاٹے
 گئے۔ اب اس صورت حال کا اُن نام نہاد مہذب ملکوں سے موازنہ کیجئے جہاں
 ایک دن میں ڈھائی ڈھائی اور تین تین سو قتل اور ہزاروں کی تعداد میں چوری
 کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ میرے خیال میں دو ہی چیزیں ہیں جو انسان کو جرائم کے
 ارتکاب سے باز رکھتی ہیں۔ ایک تو خوفِ خدا دوسرے خوفِ سزا۔ اسلامی
 شریعت نے بالطبع صالح افراد کے لئے خوفِ خدا کو اور بالطبع شریر افراد کے
 لئے خوفِ سزا کو بطور مانع کے استعمال کیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس نے سزا و سختی
 سے سخت امد و عبرت ناک (EXEMPLARY) مقرر کی ہے تاکہ سزا محض ایک
 نکتہ نہ بنے جیسے کہ عام طور پر ہماری جیلوں میں بنی ہوئی ہے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ | عام طور پر وہ حضرات جو مغربی علوم اور یورپی
 افکار۔

سزائیں بہت سخت اور مہذب معاشرے کے لیے نامناسب ہیں لیکن راقم الحضور کے خیال میں ان کا یہ قول معرعبیت پر مبنی ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے اسلامی سزاؤں کے فلسفے پر غور کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ بات اصل میں وہی ہے جو سطور بالا میں ذکر کی جا چکی ہے کہ اسلام میں اولیت معاشرے کو سامنے ہے لہذا اگر دو چار افراد کو معذور بنا دینے یا ہلاک کرنے سے کروڑوں افراد پر مشتمل معاشرہ تباہیوں سے بچ جائے تو اسلامی شریعت اس میں پس و پیش نہیں کرتی۔ اس لیے کہ ایک گندی مچھلی سارے نالاب کو ناپاک بنا سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج جن ملکوں میں باقاعدہ طور پر شرعی حدود و تعزیرات نافذ ہیں وہاں جرائم کا صدور نہ ہونے کے برابر ہے۔ مثال کے طور پر سعودی عرب ہی کو لے لیجئے جہاں دکاندار لاکھوں روپے کا مال یونہی دکانوں میں چھوڑ کر نماز پڑھنے یا دوسری ضروریات کے لیے چلے جانے ہیں لیکن مجال نہیں کہ ان کا کوئی ایک نینکا بھی چڑا لے۔ جبکہ اس بیسویں صدی کے مہذب سے مہذب ملک میں معمولی سی غفلت ہونے پر یار لوگ آنکھوں کا سرمہ بھی چرا لیتے ہیں۔ اگر آپ سعودی عرب میں ہیں اور آپ کا بیٹہ کسی سڑک پر گر گیا۔ اس میں ہزاروں روپے موجود ہیں تو آپ بے فکر رہیں اس لیے کہ کوئی اس کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ یہی حال زنا، ڈاکہ زنی اور قتل غارتگری کا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اخلاقی معیار کو حاصل کرنے کے لیے سعودی عرب کی حکومت کو کتنے آدمیوں کے ہاتھ کاٹنے پڑے اور کتنے لوگوں کو جرم کیا گیا؟ شیخ الازہر علامہ عبدالحلیم محمد دفرمانے ہیں کہ ”۱۸ سال کے عرصے میں صرف دس آدمیوں کے ہاتھ کاٹے گئے“ میرا خیال ہے کہ یہ دس آدمی بھی مقامی نہیں تھے بلکہ کسی دوسرے ملک کے رہنے والے تھے اور انہوں نے غلط فہمی میں سعودی عرب کے معاشرے کو بھی اپنے ملک کے معاشرے کی طرح سمجھ لیا تھا۔ انہوں نے سوچا ہو گا کہ ذرا ہاتھ کی صفائی دکھا کر دارے نیارے کر لو کیا ہو گا۔ اگر دھر لیے گئے، بہت ہو گا چھ ماہ کی قید ہوگی، کھانے کو ملے گا عیش کریں گے۔

جیسا کہ دوسرے ممالک کی قید خانوں میں ہوتا ہے لیکن یہاں تو دوسری ہی صورتحال

ہے۔ اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
روزنامہ ڈیلی نیوز (DAILY NEWS) کراچی نے ۱۹۷۲ء میں امریکہ کے جرائم کی
مندرجہ ذیل رپورٹ شائع کی ہے:

واشنگٹن ۲۹ اگست (پ۔پ۔ا۔ڈ۔پ۔ا) یہاں کے
ایف۔بی۔آئی (فیڈرل بیورو آف انویسٹی گیشن) نے آج جو رپورٹ شائع
کی ہے۔ اس کے مطابق یہاں پر ہر اٹالیس سیکنڈ میں کوئی ایک جرم ضرور
سرزد ہو جاتا ہے۔ امریکہ میں اس سال ہر تیس منٹ پر ایک قتل ہوا۔ ہر
تیرہ منٹ کے بعد کسی ایک امریکی عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا جاتا ہے۔
ہر ایک باسی منٹ پر کوئی زیر دست ڈاکہ پڑتا ہے اور ہر چھیالیس سیکنڈ میں
کسی ایک امریکی شہری پر جسمانی حملہ کیا جاتا ہے۔ اس سال پورے ملک میں
جرائم کی شرح میں سات فیصد اضافہ ہوا۔ تشدد آمیز جرائم مثلاً قتل،
زنا بالجبر اور ڈاکہ وغیرہ میں گیارہ فیصد اور املاک کے خلاف جرائم مثلاً
چوری اور نقب زنی میں سات فیصد، واضح اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ
سال ۱۹۷۲ء افراد قتل ہوئے۔ یہ تعداد گزشتہ سال کے مقابلے میں
۷۰ کے بقدر زائد ہے اور گزشتہ پانچ سال کے مقابلے میں قتل کی
دارداتوں میں ۹۱ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس سال زنا بالجبر کی بیالیس ہزار
واردائیں ہوئیں۔ یہ تعداد گزشتہ سال کے مقابلے میں گیارہ فیصد اور
پچھلے پانچ سال کے مقابلے میں ۶۴ فیصد زائد ہے۔
مار دھاڑ کے ساتھ ڈاکوں کی تعداد اسی سال تین لاکھ پچاس ہزار نو سو
دس تھی۔ جو ۱۹۷۰ء کے مقابلے میں گیارہ فیصد اور ۱۹۶۶ء کے مقابلے میں
۱۴۵ فیصد زیادہ ہے۔

(روزنامہ ڈیلی نیوز کراچی، شمارہ ۲۹ اگست ۱۹۷۲ء)

لے واضح رہے کہ یہ تعداد وہ ہے جو سرکاری محکموں کے علم میں آگئی۔ خفیہ طور سے جو جرائم کئے گئے
(باقی اگلے صفحہ پر)

حدود کا مطابق ہونا | اگر اسلامی حدود پر گہری نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلامی حدود انسانی

فطرت کے عین مطابق ہیں مثلاً شادی شدہ شخص اگر زنا کرے تو اس کی سزا جرم رمی گئی ہے۔ یعنی زانی اور زانیہ کو پتھروں سے مار کر ہلاک کر دیا جائے۔

آپ تقریباً روزانہ ہی اخبارات میں پڑھتے ہوں گے کہ ایک شخص نے مشتبہ حالت میں اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ پایا اور اسے مار کر ہلاک کر دیا۔ ساتھ ہی اس نے اس مرد پر بھی حملہ کر کے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن اس خبر کو پڑھنے کے بعد زانی مرد اور زانیہ عورت کے ساتھ آپ کے دل میں ہمدردی کا ایک واہمہ بھی پیدا نہیں ہوتا بلکہ آپ سوچتے ہوں گے کہ اس نے ٹھیک ہی کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج وہ لوگ بھی جو اسلامی سزائوں کو غیر مہذب بتا رہے ہیں۔ اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں غیر مرد کے پاس دیکھ لیں اور وہ مسلح ہوں تو وہ بھی دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ یہ انسانی فطرت ہے۔ تعجب ہے کہ جب شریعت زانی مرد اور زانیہ عورت کی وہی سزا تجویز کرتی ہے تو لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اس سزا کو غیر مہذب اور وحشیانہ کہنے لگتے ہیں۔ غضب خدا کا کہ خود تو اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں دیکھ کر قتل کرنے پر تل جاتیں اور جب شریعت انتہائی واضح شہادتوں کے بعد وہی فیصلہ کرے تو وہ سزائیں

(بقیہ حاشیہ) وہ ان کے علاوہ ہیں۔ نیز اس رپورٹ میں صرف زنا بالجبر کے اعداد و شمار دئے گئے ہیں کیونکہ امریکہ میں زنا بالجبر ہی جرم ہے۔ زنا بالرضا جرم نہیں ہے۔ اسی سے آپ زنا بالرضا کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور پھر وہاں کے اخلاقی معیار کا امریکی ماہنامہ

(PANORAMA-VOL. XIV NO. 9 P. 13 COLUMN 2)

کے اندازے کے مطابق امریکہ کے مختلف علاقوں میں ہر سال ۲ لاکھ سے لے کر ۱۲ لاکھ تک نابالغ نوجوانوں کے واقعات ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ ملک مہذب ترین سمجھا جاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

وحشیانہ نظر آنے لگے۔

یہی حال چوری کا ہے فرض کیجئے کہ زید نے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے ہزاروں روپے خرچ کر کے جہیز تیار کیا اور اس سارے سامان کو ایک کمرے میں مقفل کر کے چھوڑ دیا۔ ایک رات زید جبکہ اسی کمرے کے قریب سو رہا تھا کہ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی لڑکی کے زیورات کا بجس اٹھائے لیے جا رہا ہے۔ زید کے سر ہانے ایک بھرا ہوا ریلو اور رکھا ہوا تھا اس نے جھٹ ریلو اور اٹھایا اور اس چور کو لٹکارا۔ اگر ایسے وقت میں چور بھاگنے کی کوشش کرے تو زید کیا کرے گا؟ کیا اس چور کو نیکی کا وعظ کئے لگے گا؟ یا وہ (اگر بہت زیادہ پابند قانون ہے) اس چور کے پیروں پر گولی چلا کر اس کے بھاگ جانے کی قوت کو مٹا دینے کی کوشش کرے گا؟ ایسی صورت میں فطرت کا تقاضا ہے کہ زید فائر کر کے چور کے پیروں پر بیکار کر دے۔ یہی کام جرم ثابت ہونے کے بعد شریعت کرتی ہے۔ چوری ہی کو لے لیجئے۔ آج اس چیز نے شریف شہریوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں افراد آج اس کی بدولت تباہ ہو جاتے ہیں۔ بسوں میں سفر کرنا دشوار ہے۔ مسجدوں میں نماز پڑھنے جیسے تورکوع و سجود اور امام کی قرات سننے کی بجائے اپنے جوتوں پر نگاہ رکھتے۔ اگر ذرا سی غفلت ہو جائے تو پھر ننگے پیر سڑکوں پر مارے مارے پھر بیٹے۔ غرضیکہ نہ بازار محفوظ ہیں نہ مکان، نہ ریلیں محفوظ ہیں اور نہ بسیں، ہر جگہ چور اچکوں اور اٹھائی گیروں کا راج ہے۔ دیہاتوں کا عالم یہ ہے، کہ چاہے آپ مویشیوں کو ٹوٹی موٹی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ کر رکھیں، ذرا سا چوکے اور آپ کے مویشی رسہ گیروں کے ہاتھ چڑھ گئے۔ ایسی صورت میں جبکہ کوئی چور کسی غریب کی ساری عمر کی کمائی اور اس کے بال بچوں کے واحد ذریعہ معاش کو چرا کر سے اور اس کے خاندان کو تباہ کرنے کا سامان کر رہا ہو۔ اگر موقع مل جائے تو آبادہ غریب اس چور کے کسی ایسے عضو کو بے کار کر دینے میں پل بھر کے لیے بھی ہچکچائے گا جس کے ذریعے وہ اس کو اور اس کے خاندان کو تباہ کرنا چاہتا ہے؟

بروز نہیں۔ اس لیے کہ یہ بین فطرت ہے۔ شریعت بھی تو یہی کرتی ہے کہ چور کا ایک ہاتھ کاٹ کر اسے ایک حد تک معذور بنا دیتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اسلامی حدود و بظاہر تو سخت نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں جرم کی سختی اور اس کے ضرر کے مقابلے میں وہ سخت نہیں ہیں دیگر یہ کہ وہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔

شرعی حدود | موجب حد معاصی کی بابت علماء میں اختلاف ہے۔
 امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے قابل حد جرائم
 میں سترہ جرائم کو شمار کیا ہے لیکن مندرجہ ذیل جرائم کو قابل حد قرار دینے میں سب
 کا اتفاق ہے (۱) ارتداد (۲) قتل وغارت (۳) زنا (۴) قذف (۵) زنا کی تہمت
 (۶) زنا (۷) شراب نوشی (۸) چوری (۹) جانوروں کے ساتھ مباشرت (۱۰)
 ہم جنسی (۱۱) سحر (۱۲) ترک صلوٰۃ (۱۳) ترک صوم
 علامہ محمد فرید وجدی نے صرف سات جرائم کو قابل حد تسلیم کیا ہے لکھتے ہیں :-

میرد فی الشرع الاسلامی الاسبعة
 حد ود علی سبع جنایات بالنص و
 قد وکل ما عداھا الی القاضی وتلاک
 الحدود دھمی حد الردة وحد البغی
 وحد الزنا وحد القذف وحد
 السرقة وحد قطع الطريق وحد
 شرب الخمر
 ”نص کے لحاظ سے اسلامی شریعت میں
 صرف سات جرائم پر سات شرعی حدود
 مقرر کی گئی ہیں اور ان کے علاوہ دیگر جرائم
 قاضی کی رہنمائی و مصلحت پر مبنی ہیں۔ وہ سات
 حدود یہ ہیں: ۱۔ ارتداد ۲۔ حد بغاوت ۳۔
 ۴۔ حد زنا ۵۔ حد قذف ۶۔ حد سرقت ۷۔ حد
 رہزنی ۸۔ حد شراب خوری۔“

ڈاکٹر عبدالعزیز عامر نے اپنی تالیف التقریر فی الشریعة الاسلامیہ
 میں بھی سات ہی جرائم کو قابل حد شمار کیا ہے :-
 ”قابل حد جرائم یہ ہیں :- چوری ، رہزنی ، زنا ،
 قذف ، شراب خوری ، ارتداد اور بغاوت ۔
 انہی کے علاوہ اختلاف ہے۔“

۱۔ ابن حجر عسقلانی ، فتح الباری شرح البخاری ، ۱۵ : ۴۱ ، طبع مصر ۱۹۵۹ء

۲۔ محمد فرید وجدی ، دائرة المعارف قرن العشرين ، ۳ : ۳۷۸ ، طبع مصر

۳۔ عبدالعزیز عامر ، التقریر فی شریعة الاسلامیہ ، ۱۳ : طبع دارہ ۱۹۶۹ء

بعض علماء صرف پانچ جرائم کو قابلِ حد مانتے ہیں وہ یہ ہیں :- زنا ،
 چوری ، رہزنی ، شرابِ خوری اور قذف ہے ۔
 لیکن علامہ فرید وجدی کا قول زیادہ صحیح ہے ۔

۱۰ حوالہ کے لئے دیکھئے : ابراہیم آفندی : اسرار الشریعۃ الاسلامیہ : ۲۲۰ : طبع مصر ۱۳۲۵ھ

حدود شرعیہ کی مصلح

زنا | زنا کا شمار شرک اور قتل کے بعد کبائر میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: **وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ (الفرقان - ۶۸)** اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسری پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے البتہ کسی حق شرعی کے ساتھ اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہے: **وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلٌ لَّهُ (بنجہ اسوئل - ۳۲)** ”اور زنا کے قریب بھی نہ بچھو کیونکہ وہ بڑی بھیاہنی کی بات ہے اور بہت بُری راہ ہے۔“

اس میں تین دنیوی اور تین اخروی نقصانات ہیں (۱) بے اُبروئی - (۲) غربت - (۳) عُمر کی کمی۔

یعنی زانی رسوا ہو کر رہتا ہے اور حدیث میں ہے کہ زنا کار کی روزی تنگ ہو جاتی ہے (یا اس کی کمائی سے برکت اٹھ جاتی ہے) اور تیسرے یہ کہ اُس کی عُمر گھٹ جاتی ہے۔

آخری نقصانات یہ ہیں: ایک تو اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی ناراضگی، دوسرے قیامت کے دن سوہر حساب، تیسرے عذاب جہنم، لواطت، جانوروں کے ساتھ مجامعت، جلق، ہم جنسی (عورتوں کی) یہ سب کم و بیش زنا

یہیں داخل ہیں۔
حُرمتِ زنا کے اسرار ① زنا کو اس لئے حرام کیا گیا تا کہ نسب محفوظ ہو جائے کیونکہ اگر زنا کو جائز کر دیا جاتا تو انساب میں اختلاط ہو جاتا اور کوئی شخص کسی بچے کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ اور نظامِ تمدن و معاشرت میں سخت اختلال واقع ہو جاتا۔ لہ

حُرمتِ زنا کی دوسری وجہ عصمتوں کی حفاظت ہے۔ کیونکہ عفت و عصمت کے ازالے کے بعد عورت اور اس کے قبیلے کے تمام افراد میں ذنابت پیدا ہو جاتی ہے۔ عورت خود بھی ذلیل ہوتی ہے اور اُس کے باعث اس کے اہلِ ہاٹ کا وقار بُری طرح مجروح ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے اکثر و بیشتر قتل کے واقعات ہوتے ہیں۔ آپ نے اکثر اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ شوہر نے اپنے ہاتھوں اپنی بیوی کو، بھائی نے اپنی بہن کو اور باپ نے بیٹی کو قتل کر دیا۔

(۳) تیسری وجہ خاندان کے نظام کا تحفظ ہے۔ کیونکہ زنا میں مبتلا ہو جانے کے بعد عورت کو نہ اپنے شوہر کا خیال رہتا ہے اور نہ بچوں کا۔ اسے شوہر اور بچوں سے نفرت ہو جاتی ہے جو عالمی نظام کے فساد پر منتج ہوتی ہے۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ زانیہ کے لئے بچے کا وجود جان کا جنجال ہوتا ہے اس لئے وہ مانعِ حمل ذرائع اختیار کرتی ہے جس کے باعث تو والد و نسل کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور معاشرہ رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کی منشا سے دُور ہوتا چلا

لے اس کی بہترین مثالیں موجودہ یورپ اور امریکہ کے معاشرے میں دیکھ جاسکتی ہیں جنہاں لاکھوں تعداد میں عوامی بچے بنے رہتے ہیں جن کی کفالت حکومت کے ذمے ہے اور وہ پاگل، مفلکوں کی طرح معاشرے میں اینڈر تے پھرتے ہیں اور لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو تباہ کرتے پھرتے ہیں یا پھر مہیوں کے روپ میں ساری دنیا میں مارے پھرتے ہیں نہ ان کو کوئی مانگی ہے اور مستقبل ان کا وجود انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ اور مغربی معاشرہ

جاتا ہے۔

(۵) پانچویں وجہ امراض جنسیہ مثلاً سوزاک، آتشک اور جزام وغیرہ کا پھیلاؤ ہے کیونکہ زانی اور زانیہ یہ نہیں جانتے کہ جس سے وہ جنسی ملاپ کر رہے ہیں وہ کس مرض میں مبتلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مغربی ممالک جنہوں نے بطور فیشن کے زنا کو اختیار کر رکھا ہے آج ان کی آبادی کی کثیر تعداد ان امراض میں مبتلا پائی جاتی ہے۔

(۶) چھٹی وجہ یہ ہے کہ زنا میں مبتلا افراد رفتہ رفتہ فقر و فاقے میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مزینہ کی لمبی لمبی فرمائشیں انہیں مجبور کرتی ہیں کہ وہ جس طرح بھی ہوا انہیں پورا کریں۔ وسائل تو محدود ہوتے ہیں اور فرمائشیں لامحدود۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی جائیداد فروخت کر کے ان کی فرمائشوں کو پورا کرتا ہے اس طرح پورے کا پورا خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔

(۷) ساتویں وجہ یہ ہے کہ زنا سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ عموماً والد کی تعلیم تربیت سے محروم ہونے کی وجہ سے معاشرے کا مفید جز نہیں بنتا۔ اور طرح طرح کی بڑی عادتوں میں گرفتار ہو کر دوسرے بہت سے بچوں کے اخلاق کو تباہ کرنے والا بن جاتا ہے۔

حرمتِ لواطت کے اسرار | زنا کی طرح لواطت بھی انتہائی گھناؤنا اور اخلاق سوز عمل ہے۔ قومِ لوط اس مرض میں مبتلا تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پستی کے سبق ہی کو الٹ دیا۔

وَ اخَذَ نَسْلَهُمُ الشَّيْطَانُ مُشْرِقِينَ فَجَعَلْنَا
عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَظْفَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَابًا مِّنْ رَّحْمَتِنَا
سَجِيدًا (الحجر - ۷۴)

”بالآخر سورج کے نکلنے نکلنے ان کو ایک ہولنا
آواز نے آپکڑا پھر ہم نے ان کو بستیوں کے بالای
جسے کو الٹ کر نیچے کا حصہ کر دیا اور ہم نے ان

لوگوں پر گھٹکے کے پتھر برسائے۔“

(۱) عقلی اسباب میں سے لواطت کی حرمت کا سب سے بڑا سبب تو یہ ہے

کہ یہ فعل سرے سے خلافِ فطرت ہے۔ اس لئے کہ حکمتِ الہی کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد میں "قوتِ فعل" اور عورت میں "صلاحیتِ انفعال" ہو۔ لہذا اگر مرد میں انفعال پیدا ہو جائے تو یہ خلافِ فطرت ہوتا ہے۔

(۲) جنسی اختلاط کا مقصود تو الذرۃ الٰہیہ سے جو لواطت میں ممکن ہی نہیں ہے۔
 (۳) عورت اور مرد کے حلال جنسی اختلاط سے جانبین میں انس و محبت پیدا ہوتی ہے لیکن لواطت فاعل و مفعول کے درمیان شدید نفرت پیدا کر دیتی ہے۔
 (۴) تقریباً جدید و قدیم اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ لواطت صحت، کیلئے سخت مضر ہے۔ مثلاً لواطت میں مشغول ہونے والوں کا جسم دُلا ہوتا ہے آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں۔ چہرہ بے رونق اور دانت خراب ہو جاتے ہیں۔ سر خمیدہ، چہرے اور جسم کے دوسرے حصے پر جھیریاں، نگاہ کمزور، قوتِ فکر یہ مغفل، قوتِ ارادی ضعیف، نامردی، عضو تناسل کا ضعف، احساس کمتری، صنفِ نازک سے نفرت، ریشہ وغیرہ عملِ لواطت کے انعامات ہیں۔

حدِ زنا اسلام کے ابتدائی دور میں زنا کا ارتکاب کرنے والی عورتوں کو جرم ثابت ہونے کے بعد ان کے گھروں میں قید کر دیا جاتا تھا اور اس وقت تک ان کو مقید رکھا جاتا جب تک کہ وہ مرنے جاتیں، اور مردوں کو مارا پٹیا جاتا۔ اور اس کی بنیاد سورۃ نسا کی یہ آیت کریمہ تھی۔

وَالَّذِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِهِمْ
 فَاسْتَشْهِدُوا ثَلَاثِينَ ذَكَرًا مِنْكُمْ
 فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ
 حَتَّى يَتَّيَسَّرَ لَهُنَّ الْوُتُّ أَوْ يَكْفُلَهُنَّ
 ثَلَاثُونَ سَبِيلاً (النساء - ۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورت بدکاری کی مرتکب ہو تو تم ان عورتوں کے خلاف اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لاؤ۔ پھر اگر وہ چاروں گواہی دے دیں تو تم ان بدکار عورتوں کو گھروں میں اس وقت تک قید رکھو کہ ان کو موت آجائے یا اللہ تعالیٰ ان کے

ابراہیم آفندی : امرار الشریعۃ الاسلامیہ : ۲۳۵ طبع مصر ۱۳۲۵ھ

لئے کوئی اور راہ مقرر کرے۔“

لیکن اس مسئلے پر تقریباً تمام علماء کا اتفاق ہے کہ سورۃ نور کی آیت
 الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةً (النور - ۲)
 ”زنا کا عورت اور زنا کا مرد ہر ایک کو ان
 دونوں میں سے سو سو کوڑے مارو“
 سے مذکورہ بالا آیت منسوخ ہو گئی۔ لہ

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد یہ متعین ہو گیا کہ غیر محصن (غیر شادی شدہ)
 لوگوں کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور شادی شدہ لوگ اگر زنا کا ارتکاب کریں
 تو رجم کر دیا جائے گا۔ رجم (سنگسار کرنے) کی سزا پر بھی سوائے خارجیوں کے سارے
 امت کا اتفاق ہے۔ کیونکہ یہ سزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل دونوں
 سے ثابت ہے۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ لوگوں کی سزاؤں میں فرق
 کرنے کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق میں نقص پیدا
 نہ ہو اسی لئے بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جب لڑکے اور لڑکیاں شادی
 کے قابل ہو جائیں تو انہیں آزمائش میں نہ ڈالا جائے بلکہ جلد از جلد رشتہ ازدواج
 میں منسلک کر دیا جائے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے نکاح میں تاخیر ہو گئی اور شہوانی
 جذبات نے عقل کو مغلوب کر دیا اور زنا کا ارتکاب ہو گیا تو شادی شدہ شخص
 کے مقابلے میں یہ غیر شادی شدہ شخص کم درجے کا مجرم ہے۔ لیکن اگر اسی گناہ کا
 ارتکاب ایک ایسا شخص کرے جسے جائز ذرائع سے اپنی بنی خواہشات کی تکمیل
 کے مواقع حاصل ہیں اور شریعت نے اس کے لئے یہ بھی گنجائش رکھی ہے کہ وہ
 ایک بیوی سے مطمئن نہ ہو تو دوسری تیسری اور چوتھی عورت کو بھی اپنے حبابہ
 عقد میں لاسکتا ہے اس کے باوجود زنا کا ارتکاب اور جائز ذرائع سے عدول
 اس کی فطرت کی کچی اور عقل کے زوال پر وال ہے۔ لہذا ایسے شخص کو یہ حق حاصل

لے عبدالقادر عودہ : التشریع الجنائی : ۲ : ۳۴۴ : طبع مصر ۱۹۶۷ء

نہیں ہے کہ وہ مسلم معاشرے میں زندگی گزارے اور اخلاقی بے راہ روی کا جرم وہ معاشرے کے دوسرے افراد میں پھیلا کر، حول کو خراب کرے لہذا شریعت نے اس کے لئے رجم کی سزا مقرر کر دی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مرد کو تو شریعت نے چار شاہیوں کی اجازت دے کر اس بات کا موقع فراہم کر دیا ہے کہ وہ اگر اپنی بیوی سے کسی وجہ سے مطمئن نہ ہو تو دوسری عورت سے عقد کر لے لیکن یہ استحقاق عورتوں کو تو نہیں بخشا گیا، لہذا اگر بالفرض کسی جائز وجہ کی بنیاد پر کوئی عورت اپنے شوہر سے مطمئن نہ ہو تو وہ بے چاری کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے عورت کو بھی اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ جائز وجہ مثلاً شوہر کی طویل غیر حاضری، شوہر کے مرض، عورت کے حقوق کی عدم ادائیگی یا اخراجات نہ پورے کرنے کی بنا پر شوہر سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اسے خلع کہتے ہیں۔

مغرب زدہ افراد کی غلط فہمی | بعض مغرب زدہ افراد اسلام کی مقرر کردہ رجم یا قطعید کی سزا کو ظالمانہ تصور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسلام ہمیں دُور وحشت و بربریت کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ دراصل شرع اور قانون کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اور نہ یہ جانتے ہیں کہ انفرادی اخلاق کی بہتری کا شرع میں کیا درجہ ہے اور قانون میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ شریعت اور قانون دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ جرائم کی روک تھام کرنی چاہئے تاکہ سوسائٹی کے نظام میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اسی لئے شریعت اور قانون دونوں نے جرائم کے لئے سزائیں مقرر کی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ شریعت کی بنیاد ”اخلاق فاضلہ“ پر ہے۔ اسلئے شریعت چاہتی ہے کہ اخلاقی اقدار کا پورا پورا تحفظ کیا جائے لہذا اس نے ہر امرِ اخلاقی یا محرم، اخلاقِ فعل پر سخت سے سخت سزائیں رکھی ہیں۔ اس کے برخلاف، قانون وضعی کو انفرادی اخلاق سے کوئی سروکار نہیں۔ البتہ اگر

کسی غیر اخلاقی فعل سے کسی دوسرے فرد یا جماعت کے نظام یا امن عامہ کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو تو پھر قانون حرکت میں آ جاتا ہے۔

مثلاً زنا ہی کو لے لیجئے از روئے قانون اگر عورت اور مرد دونوں اپنی رضا مندی سے زنا کا ارتکاب کریں تو وضعی قانون اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا کیونکہ یہ افراد کا ذاتی اخلاقی معاملہ ہے۔ لیکن اگر زنا بالجبر ہو تو چونکہ یہ فعل ایک دوسرے فرد کے حق میں اس کی مرضی کے خلاف مداخلت ہے اس لئے وضعی قانون اس میں دست اندازی کرے گا۔ لیکن چونکہ شریعت زنا کو ایک

غیر اخلاقی عمل سمجھتی ہے اس لئے ہر حال اور ہر صورت میں یعنی خواہ جانین کی رضا مندی سے ہو یا بالجبر، شریعت اسے مستوجب سزا قرار دے گی۔ شریعت کا یہ اصول ہے کہ اگر افراد کے اخلاق خراب ہوں گے تو جماعت بھی خراب ہو جائے گی۔

یہی حال شراب خوری کا ہے۔ شراب شریعت میں مطلقاً حرام ہے قلیل ہو یا کثیر، مسکر ہو یا غیر مسکر، اس لئے شراب خوری پر شریعت حد جاری کرے گی لیکن وضعی قوانین میں مطلق شراب خوری جرم نہیں ہے البتہ اگر شارع عام پر شراب پی کر لپانگی کی جائے یا سخت نشے کے عالم میں موٹر چلائی جائے جس سے امن عامہ میں خلل پڑنے یا کسی جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو شراب خوری بھی مستوجب سزا ہوگی۔

سزا کی بنیادوں کے مابین فرق کا سبب | اب یہ بات واضح ہو گئی کہ سزا دینے کے معاملے میں شریعت اور وضعی قوانین کے درمیان اساسی فرق ہے۔ یعنی شریعت اخلاقی اقدار کا تحفظ کر کے ایک صالح معاشرہ پیدا کرنا چاہتی ہے اور قانون وضعی کو افراد کے ذاتی اخلاق سے سروکار نہیں ہوتا اس کے نزدیک تو جرم ہی اس وقت معرض وجود میں آتا ہے جبکہ افراد، امن عامہ یا نظام اجتماع کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کی بنیاد دین ہے جو اخلاقی محاسن اور انسانی فضائل و کمالات کے حصول پر زور دیتا

ہے تاکہ ایک صالح اجتماع پیدا ہو سکے۔ اور قانون وضعی عوام کے عرف و عادات، رسوم و رواج، طرز بود و ماند اور ان کے مزاج کی بنا پر وجود میں آیا کرتا ہے اور چونکہ قانون سازی کا فریضہ انسانوں ہی کی ایک جماعت انجام دیتی ہے اس لئے قانون وضعی بشری میلانات اور انسانی کمزوریوں سے مبرا نہیں ہوتا۔ دین چونکہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اس لئے غیر متبدل ہے اور قانون چونکہ انسانوں سے وجود میں آتا ہے اس لئے تغیر پذیر ہے عرف و عادات اور رسم و رواج میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک زمانے میں ایک چیز عیب رہتی ہے، لیکن وہی چیز کسی زمانے میں ہنر بن جاتی ہے۔ انسان کی فطرت حدود و قیود پسند نہیں کرتی وہ ہر قسم کی بندشوں سے آزادی چاہتا ہے اس لئے اخلاقی جکڑ بندیوں میں رہنا گوارا نہیں کرتا۔ فطرت کی یہ کمزوری اسے رفتہ رفتہ اباحت کی طرف لیجاتی ہے۔ اور لذیذ سے لذیذ تر کی تلاش ضابطہ کی تمام زنجیروں کو توڑنا چاہتی ہے۔ آپ اس کا مشاہدہ مغربی معاشرے میں بخوبی کر سکتے ہیں۔ لیکن دین اور شریعت میں نہ اباحت کی گنجائش ہے اور نہ لذت کوشی کی۔ اس لئے دین کا تو سارا سرمایہ ہی ”حسن اخلاق“ ٹھہرا۔ زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ رسل و رسائل اور مواصلائی سہولتوں نے ساری دنیا کو ایک کنبہ بنا دیا ہے۔ مشرقی اور مغربی دونوں معاشرے آپ کے سامنے ہیں اگر فطرت میں کمی اور مرجوحیت نہیں ہے تو آپ محسوس کریں گے کہ باوجود سائنسی ترقیات اور نئی ایجادات کے مغربی معاشرہ اخلاقی مشیت سے دیوالیہ ہو چکا ہے وہاں کے ذہین اور صاحب الرائے افراد کو اس کی تباہی کا یقین ہو چکا ہے وہ اپنی ہی آگ میں جل رہا ہے عالمی نظام شکست و ریخت کا شکار ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ اس نے بقول اقبال ”شاخ نازک پر آشیانہ بنایا تھا“ اس کے برخلاف مشرقی معاشرہ پسماندہ اور مفلوک الحال بھی لیکن بحمد اللہ سکون قلب اور روحانی طمانیتوں سے خالی نہیں ہے۔ یہ دراصل ”دین“ اور ”دین“ کے نظام اخلاق کی برکت ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔

موجب حد وغیر موجب حد مباشرت ۱۔ حد شرعی (سو کوڑے یا رحم) اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنی منکوحہ یا مملوکہ عورت کے علاوہ کسی دوسری عورت کے فرج (اندام نہانی) میں اپنا عضو تناسل اسی طرح داخل کر دے جس طرح سلائی سرمہ دانی میں داخل کی جاتی ہے۔ اگر حشفہ (سپارمنی) داخل ہو جائے جب بھی زنا ہی سمجھا جائے گا۔ اگر عضو تناسل اور فرج کے درمیان کوئی باریک چیز حائل ہو، اور عضو داخل ہو جائے جب بھی زنا ہی متصور ہوگا۔ کیونکہ اس طرح کا دخول بھی مباشرت کا احساس اور لذت رکھتا ہے۔ حمل کو روکنے کے لیے آبجکل فروغ لیدر استعمال کیا جاتا ہے۔ فریج لیدر کے ساتھ بھی اگر عضو تناسل داخل ہو، جب بھی زنا ہوگا۔ اور مذکورہ بالا تمام صورتوں میں حد جاری کی جائے گی۔ البتہ اگر غیر منکوحہ یا غیر مملوکہ عورت کا بوسہ لے یا اسے گود میں لے لے، یا اجنبی عورت کے ساتھ تناسل میں پکڑا جائے۔ یا اجنبی عورت کے ساتھ بستر پر سو جائے تو ان تمام صورتوں میں زنا نہیں مانا جائے گا۔ لیکن چونکہ یہ امور حرام ہیں اس لیے تعزیر ہوگی (یعنی حاکم اپنی مرضی سے اس کو کوئی سزا دے گا) ۲۔

۸۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کے درمیان عضو تناسل داخل کر دے، تو امام مالکؒ، امام شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور شیعہ زیدہ کے نزدیک یہ بھی زنا ہوگا۔ اور حد جاری کی جائے گی لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد نہیں جاری ہوگی، تعزیر ہوگی۔ کیونکہ امام صاحب اس عمل کو صحیح مباشرت ہی تسلیم نہیں کرتے ۳۔

۹۔ مردہ عورت یا مردہ مرد کے ساتھ زنا بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زنا متصور نہیں ہوگا۔ اور نہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔ البتہ تعزیر ہوگی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عادتاً میت کے ساتھ زنا نہیں کیا جاتا اور حد جاری کرنے کا مقصد

لے النشریح الجنائی: ۲۵۰: ۲۵۱ ۴۔ الہام: فتح القدیر: ۴: ۱۵۰

۵۔ تفصیلی بحث حد ولواطت میں آئے گی (انشاء اللہ العزیز)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۱۔ اگر کوئی نابالغ بچہ یا کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے زنا کرے تو نابالغ یا مجنون پر حد جاری نہیں ہوگی۔ تخریر ہوگی۔ یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بچے اور پاگل کا عمل زنا میں شمار ہی نہیں ہوگا اس لیے حد جاری کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امام مالک کے نزدیک بچے کی صورت میں تو حد جاری نہیں ہوگی۔ کیونکہ عورت کو زنا کی لذت ہی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر پاگل کو پہلا پھسلا کر عورت اس سے زنا کرے تو اس صورت میں عورت پر زنا کی حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ وہ اس سے لذت زنا حاصل کرتی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بچے اور پاگل دونوں صورتوں میں عورت پر حد جاری کی جائے گی لیکن ان دونوں پر حد جاری نہیں ہوگی۔ ظاہریوں اور شیعہ زیدیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

۱۲۔ اگر کوئی عاقل، بالغ شخص کسی نابالغ بچہ یا پاگل عورت کے ساتھ زنا کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی۔ شیعہ زیدیہ کا بھی مسلک ہے۔ شرح فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔

۱۳۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے دھوکے میں غلطی سے کسی اجنبی عورت سے مباشرت کر لے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ مثلاً شبِ عروسی میں اس کی بیوی کے بستر پر کوئی دوسری عورت سو گئی اور شوہر نے اسے بیوی سمجھ کر اس سے مباشرت کر لی تو حد واجب نہیں ہوگی۔ اسی طرح کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اور یہ خیال کر کے کہ تین طلاقیں کے باوجود وہ عدت میں رجوع کر سکتا ہے۔ نادانی میں اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک حد واجب نہ ہوگی۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جان بوجھ کر اس نے یہ حرکت کی ہے تو حد جاری کی جائے گی۔

۱۴۔ اگر کسی نے محرمات (مثلاً بہن، خالہ، بھتیجی، والدہ، بیٹی، بہو وغیرہ) سے نکاح کیا

لے شرح فتح القدیر: ۴: ۱۵۶، ۵: ۸، ۸: ۸، ۱۱: ۱۲۶، ۱۲: ۱۵۲، شرح فتح القدیر: ۴: ۱۵۶، ۵: ۸، ۸: ۸، ۱۱: ۱۲۶، ۱۲: ۱۵۲

۲۵۵: ۲۰

تو وہ نکاح بالانفاق باطل ہے اور اگر وہ ان سے مباشرت کرے گا۔ تو امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوگی۔ بلکہ تفریر ہوگی یہ اسی طرح اگر کوئی شخص چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں سے عقد کرے اور اس سے مباشرت کرے یا شادی شدہ عورت سے جان بوجھ کر نکاح کرے یا عدت کے زمانے میں عقد نکاح کر کے مباشرت کرے یا ایسی بیوی کو جسے طلاق منقطع دے رکھی ہے حلالے سے پہلے اس سے عقد کر کے اس سے مباشرت کرے تو ان تمام صورتوں میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور شیعہ زیدیہ کے نزدیک ایسے شخص پر حد جاری کی جائے گی۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس میں شبہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس نے اس طرح کے نکاحوں کو جائز سمجھ کر ایسا کیا ہو، اس لیے حد نہیں جاری ہوگی۔ بلکہ ایسے شخص کی تفریر ہوگی۔

۱۵۔ ایسے نکاحوں کے بعد مباشرت کرنے پر حد نہیں جاری ہوگی جن کی حلت و حرمت کے بارے میں اختلاف ہے۔ مثلاً نکاح متعہ، نکاح حلالہ، نکاح بنیہ اجازت ولی، نکاح بنیہ شہود، ایک بہن کو طلاق دے کر جبکہ مطلقہ عدت گزار رہی ہو، اس کی دوسری بہن سے نکاح اور مباشرت یا چوتھی بیوی کو طلاق دے دی۔ ابھی وہ عدت ہی گزار رہی ہے کہ پانچویں عورت سے نکاح کر کے مباشرت کر لی، ان تمام صورتوں میں حد نہیں جاری ہوگی۔

۱۶۔ زنا بالجبر پر حد نہیں جاری ہوگی۔ کیونکہ قرآن میں ہے:

فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (البقرة - ۱۷۳)

ترجمہ: اگر کوئی شخص بے بس ہو جائے، بشرطیکہ وہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ حد

لے فتح القدیر: ۴/۱۳۲ ایضاً التشریح الجنائی: ۲/۳۶۳

لے فتح القدیر: ۴/۱۳۲ ایضاً التشریح الجنائی: ۳۶۳/۲ التشریح الجنائی: ۲/۳۶۴

سے بڑھنے والا، تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

ترمذی شریف میں ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ایک عورت سے جبراً زنا کیا۔ تو آپ نے اس مرد پر تو حد جاری فرمائی، لیکن عورت پر حد جاری نہیں کی۔ امام ترمذی نے لکھا ہے:

والعمل علیٰ هذا الحدیث عند اهل العلم من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم ان لیس علی المستکبر حد
اس حدیث میں اہل علم وغیر اہل علم صحابہ کرام کا عمل یوں ہی رہا ہے کہ جبراً
کرائے گئے گناہ پر وہ حد نہیں جاری کرتے تھے۔

۱۷۔ اور اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ کسی کو جان سے مار دینے کی دھمکی دے
کر اس سے زنا کیا جائے یا اسے زبردستی دلو بچ کر اس عمل کا ارتکاب کیا جائے۔
دونوں صورتوں میں زنا یا الجبر ہی مانا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی مرد کو مجبور کر کے اس
سے زنا کرایا جائے تو اس پر بھی حد نہیں ہوگی۔

۱۸۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو امام ابو یوسف
اور ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں جاری کی جائے گی۔ امام محمد کے نزدیک
حد جاری ہوگی اس لیے کہ جرم نکاح سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے، لہذا اس نکاح
کا کوئی اثر جرم پر نہیں پڑے گا۔

۱۹۔ اگر کسی مرد کا کسی عورت پر حق قصاص ہو اور وہ مرد اس عورت سے زنا کرے
تو اس مرد پر حد جاری کی جائے گی۔
۲۰۔ مساقطہ (عورت کی عورت کے ساتھ ہم جنسی) حرام ہے، لیکن اس پر حد نہیں ہے۔

۱۔ الترمذی: ۲۲۹؛ طبع نور محمد کراچی

۲۔ الشریع الجنائی: ۳۶۵؛ ایضاً ابن عابدین: رد المحتار: ۳: ۱۶۱؛ طبع مصر

۳۔ الشریع الجنائی: ۳۶۷؛ ابن قدامر: المغنی: ۱۰: ۱۹۵

تغزیر ہوگی، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ ۱۔
 ۲۱۔ اگر کسی مرد نے کسی اجنبی عورت کے ہاتھ میں اپنا عضو تناسل دے دیا یا کسی اجنبی مرد نے اپنی انگلی کسی عورت کے اندام نہانی میں داخل کر دی تو ان دونوں صورتوں میں تغزیر ہوگی، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ ۲۔

۲۲۔ طلق لگانا امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک حرام ہے۔ احناف کے نزدیک اگر محض شہوت رانی مقصود ہو تو حرام ہے۔ لیکن ایسی صورت میں جب کہ کسی شخص کی بیوی یا باندی نہ ہو اور شہوت کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ زنا کاری میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حنبلیوں کے نزدیک خواہ شہوت رانی کے لیے ہو، خواہ صحت کی حفاظت کے لیے ہر دو صورتوں میں جائز ہے۔ ۳۔

۲۳۔ گواہوں کی شہادت کے باوجود گونگے مرد اور گونگی عورت پر حد لگانا درست نہیں۔ کیونکہ اگر وہ اپنی صفائی پیش کرنا چاہیں تو بھی نہیں کر سکتے۔

امام ابو حنیفہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر گونگا مرد یا گونگی عورت لکھ کر یا اشارے سے بھی اقرار زنا کرے تو بھی اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ حد تو اقرار صریح پر واجب ہوتی ہے اور اس کے لیے زبانی اقرار ضروری ہے۔ یہ کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر شہادتوں سے زنا ثابت ہو جائے تو گونگے اور پاگل پر حد جاری کی جائے گی۔ اسی طرح اگر گونگا لکھ کر اقرار زنا کرے یا ایسے واضح اشارات کرے جن سے صراحتاً اعتراف مجرم مفہوم ہو تو ان کے نزدیک ان پر حد جاری کی جائے گی۔ ۴۔

۲۴۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک زانی مرد اور زانیہ عورت میں سے اگر کوئی ایک بھی

۱۔ ایضاً: ۱۶۲۔ ۲۔ التشریح الجنائی: ۲: ۳۶۹۔ ۳۔ ایضاً: شرح فتح القدیر: ۴: ۱۱۷۔

۴۔ المفتی: ۱۰: ۱۷۱۔

زنا کا انکار کر دے۔ دراصل حالیکہ دوسرا فریق اقرار زنا کر رہا ہو، تو منکر پر تو حد جاری ہی نہیں ہوگی۔ معترف پر بھی اجرائے حد نہیں ہوگا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ لازمی طور پر ہمیں منکر کے انکار کو صحیح تسلیم کرنا ہوگا (کیونکہ ایسی کوئی شہادت نہیں پائی جاتی جس کے ذریعے اس پر زنا ثابت کیا جاسکے) اور جب ہم منکر کے انکار کو درست تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر مقرر کے اقرار کی تکذیب کرنی ہوگی۔ لیکن صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور شیعہ زیدید کی رائے ہے کہ معترف پر تو حد جاری کی جائے گی، اور منکر کو چھوڑ دیا جائے گا۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگر امام ابو حنیفہ کے قول کو درست مان لیا جائے تو زنا بالجبر کے مجرم کے بچ جانے کے بہت سے مواقع پیدا ہو جائیں گے۔ کیونکہ عورت کہے گی کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ اور زانی انکار کر دے گا۔ لہذا صاحبین کا قول موجودہ دور میں زیادہ قابل عمل ہے۔

۲۵۔ اگر ایک فریق کہے کہ اس نے زنا کیا ہے اور دوسرا یہ دعویٰ کرے کہ مزنیہ سے اس کا نکاح ہو چکا ہے تو امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک حد جاری نہیں جائے گی۔ اس لیے کہ دعوائے نکاح صدق کا احتمال رکھتا ہے اور شبہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا فائدہ ملزم کو ملے گا۔ لیکن امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اقرار زنا کرنے والے پر حد جاری کی جائے گی۔ تا وقتیکہ مدعی نکاح گواہوں کے ذریعہ اپنا نکاح نہ ثابت کر دے تب موجودہ حالات میں علمائے احناف کو اس قول پر بھی غور کرنا چاہئے۔

۲۶۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہوا پکڑا جائے اور عورت اور مرد دونوں کہیں کہ ہمارا آپس میں نکاح ہو چکا ہے تو جمہور فقہاء کے نزدیک دونوں میں سے کسی ایک کو حد نہیں لگائی جائے گی۔ البتہ امام ابو ثور فرماتے ہیں کہ ان سے نکاح

کا ثبوت طلب کیا جائے گا۔ کیونکہ جب زنا پر شہادت قائم ہو جائے تو اسے محض ان دونوں کے اس قول سے کہ ”ہمارا آپس میں نکاح ہو چکا ہے“ باطل نہیں کیا جاسکتا بلکہ ضروری ہوگا کہ اس کے مقابلے میں نکاح کا ثبوت بھی پیش کیا جائے۔ لہ

ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر وہ دونوں (عورت و مرد) پر دیسی ہوں تو اُن سے نکاح کا ثبوت نہ طلب کیا جائے، لیکن منقامی ہونے کی صورت میں تحقیق کی جائے گی اور جھوٹا ہونے پر حد لگائی جائے گی۔ لہ

۳۷۔ بکارت (کنوارین) کا زائل نہ ہونا بھی برأت کا ایک اہم ثبوت ہے۔ مثلاً چار گواہوں نے زنا کی شہادت دے دی، لیکن ڈاکٹری معائنے کے بعد ثابت ہوا کہ عورت باکرہ ہے تو امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور شیعہ زید یہ کے نزدیک حد نہیں جاری ہوگی۔ لہ

۳۸۔ اجراءے حد کے لیے یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ از نکاح زنا عمداً ہو یا غلطاً اگر عمداً ہوگا تو حد جاری کی جائے گی ورنہ نہیں۔ مثلاً شبِ عروسی میں شوہر کے بستر پر کوئی دوسری عورت جا کر سو گئی اور اُس نے اسے اپنی منکوحہ بیوی سمجھ کر مباشرت کر لی یا کوئی عورت شبِ عروسی میں بستر پر سو رہی تھی اور شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ اُس نے غلطی سے اپنا شوہر سمجھا اور خود کو اس کی سپردگی میں دے دیا یا کسی عورت نے کسی مرد سے نکاح کیا حالانکہ وہ پہلے ہی سے منکوحہ تھی، اُس نے دوسرے شوہر کو بتلایا نہیں کہ وہ شادی شدہ ہے اور دوسرے شوہر نے اس سے مباشرت کر لی یا کسی شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے رکھی تھی اور عورت کو اس کا علم نہیں تھا شوہر اس سے مباشرت کرنی توان تمام صورتوں میں حد نہیں جاری ہوگی۔ لہ

لے المغنی ۱۶۲:۵۰ ایضاً شرح الزرقانی ۵۸:۸ لے المحلی ۱۱: ۲۴۲-۲۴۳

لے التشریح الجنائی ۲: ۲۴۳ لے التشریح الجنائی ۳: ۲۴۴

۲۹۔ لیکن اگر کوئی شخص زنا کرتا ہوا پکڑا جائے اور وہ یہ کہے کہ مجھے تو یہ بات معلوم ہی نہیں تھی کہ زنا حرام ہے تو اس کا یہ عذر دارالسلام میں قابل قبول نہیں ہوگا۔ البتہ اگر یہی بات کوئی نو مسلم شخص کہے یا کوئی ایسا شخص کہے جو ابھی ابھی پاگل پن سے عرصہ دراز کے بعد صحت یاب ہوا ہو تو اس عذر کو تسلیم کر لیا جائے گا اور اس پر حد نہیں جاری کی جائے گی۔ لے

۳۰۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر دارالحرب میں کوئی شخص زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر حد نہیں جاری ہوگی، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حد دارالحرب میں جاری نہیں کی جائے گی۔ لے

لے المغنی : ۱۰ : ۱۵۶ لے البحر الرائق : ۵ : ۱۴

حد لواطت | زنا کی طرح قرآن کریم میں لواطت کو بھی ”فاحشہ“ کہا گیا ہے۔
 وَلَوْ طَأِ اِذَا قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ
 فَاسْبِقُوْهُم بِهَا مِنْ اٰجِدٍ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ
 اَنْكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُوْنِ
 النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ
 (الاعراف - ۸۱)

”اور ہم نے لوط کو بھیجا جبکہ اس نے اپنی قوم سے
 کہا کیا تم لوگ ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم
 سے پہلے اقوامِ عالم میں سے کسی نے نہیں کیا۔ تم
 لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوتِ انی
 کے لئے جاتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے
 نکل جانے والے ہو۔“

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عبرت ناک عذاب بھی نازل فرمایا :-
 فَآخَذْنَاهُمُ الْعَيْنَةَ مَشْرِقِيْنَ ۝
 فَجَعَلْنَاهَا عَلَيْنِهَا سَاْفِلَهَا وَاْمَطَرْنَا
 عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ ۝
 (الحجر - ۷۴)

”بالآخر سورج کے نکلنے نکلنے ایک ہولناک آواز نے
 انہیں آکڑا پھر ہم نے ان کی بستیوں کے بلائی حصے
 کو الٹ کر نیچے کا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر کھنگر
 کے پتھر برسائے۔“

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لہ
 عن ابن عباس قال قال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم من وجد نسوة
 يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و
 المفعول به .
 ”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص
 کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ گے اور اس
 شخص کو جس کے ساتھ وہ فعل کیا جائے قتل کر دو۔“

بیہقی میں حضرت ابو موسیٰؓ سے یہ روایت منقول ہے۔ ۵
 اَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِيَ
 الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَمِمَّا زَانِيَانِ وَاِذَا لَقِيَ
 الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَمِمَّا زَانِيَتَانِ .
 ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرد
 مرد سے ہم جنسی کرے تو دونوں زانی ہیں اور اگر
 عورت عورت سے ہم جنسی کرے تو دونوں زانیہ ہیں۔“

۱۔ امام ابو داؤد بحسناتی ، سنن ابی داؤد ، ۴ ، ۲۲۱ طبع مصر
 ۲۔ شوکانی ، نیل الاوطار ، ۴ ، ۳۰

اس روایت کی بنیاد پر امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل لواطت کو زنا کے حکم میں مانتے ہیں۔ لیکن حد لواطت کے تعین میں ان ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ امام مالک لواطت کے فاعل اور مفعول دونوں کیلئے رجم کی سزا تجویز کرتے ہیں خواہ دونوں شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ امام شافعی اور امام احمد سے نہیں اقوال مروی ہیں:

(۱) پہلا قول یہ ہے کہ فاعل اور مفعول پر زنا کا حکم جاری کر کے شادی شدہ کو رجم اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑوں کی سزا اور ایک سال کے لئے شہر بدر کر دیا جائے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ فاعل کو رجم کر دیا جائے اور مفعول کو سو کوڑوں اور ایک سال کے لئے شہر بدر کئے جانے کی سزا دی جائے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ ۱۷

امام ابو حنیفہ کا خیال ہے کہ لواطت زنا نہیں ہے اس لئے اس پر حد نہیں جاری کی جائے گی بلکہ تعزیر ہوگی اور اس کی شکل یہ ہے کہ فاعل و مفعول کو ایسی گندی جگہ پر قید کر دیا جائے کہ وہ قید ہی میں مر جائیں یا پھر توبہ کر لیں البتہ اگر کوئی شخص مادی لوطی ہو تو حاکم سزا کے طور پر اسے قتل کر سکتا ہے۔ ۱۸

امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ "لواطت مثل زنا کے ہے اس لئے اس پر زنا کا حکم جاری ہوگا اور شادی شدہ کو رجم اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں گے۔ ۱۹

ان تمام ائمہ کی جو لواطت کو زنا یا زنا کے مثل مانتے ہیں ایک دلیل تو

۱۷ شرح الزرقانی ۸۱ : ۸۲

۱۸ عبد القادر عودہ، الشریع الجنائی ۲ : ۳۸۶

۱۹ ابن الہمام الحنفی، شرح فتح القدیر ۴ : ۱۵۰، طبع مصر ۱۳۱۶ھ

۲۰ ابن الہمام الحنفی، شرح فتح القدیر ۴ : ۱۵۰، طبع مصر ۱۳۱۶ھ

حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت ہے جو گزر چکی ہے دوسری دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ أَقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ
 "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فاعل اور مفعول (لاؤت کے) دونوں کو قتل کر دو"

تیسری دلیل وہ روایت ہے جسے بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

عن محمد بن المنكدر بن خالد بن الوليد كتب الى ابى بكر انه وجد رجلا في بعض نواحي العرب يتكلم كما تكلم المرأة فجمع ابو بكر الصحابة نسألهم فكان من اشد هم في ذلك قولا على رضى الله عنه قال هذا ذنب لم يعص به الامامة واحدة صنع الله بها ما علمتم نرى ان يحرقه بالنار فاجتمع راي الصحابة على ذلك له
 "حضرت محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر کو لکھا کہ انہیں عرب کے کسی علاقے میں ایک ایسا شخص بھی ملا ہے جو مردوں سے اسی طرح مباشرت کرتا ہے جس طرح عورت سے مباشرت کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ کرام کو جمع کر کے اس مسئلے میں استفسار کیا۔ صحابہ میں حضرت علیؓ نے سب سے سخت بات ارشاد فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ "یہ وہ گناہ ہے جس کا از کتاب سوائے ایک قوم کے کسی نہیں کیا تھا اور آپؐ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیساتھ کیا برتاؤ کیا لہذا ہمارا خیال ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دینا چاہیے۔ حضرت علیؓ کے اس قول پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔"

بیہقی کی ایک روایت میں ہے۔

عن علي عليه السلام انه رجم لوطيئة

لہ ابن الامام الخنفي : شرح فتح القدير : ۴ : ۱۵۲

لہ شوکانی : نیل الاوطار : ۳۰ : ۱

سبق میں ہے :

عن ابن عباس انه سئل عن حد اللوطي فقال ينظر اعلی بناء فی القرية فيرمي به منكساثه يتبعه الحجارة

”حضرت ابن عباسؓ سے لوطی کی سزا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بستی میں کوئی سب سے اونچی جگہ تلاش کر کے اس پر سے اوندھا کر کے گرا دیا جائے اور پھر اس پر پتھر برسائے جائیں“

لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ لواطت نہ تو زنا ہے اور نہ زنا کے حکم میں ہے اس لئے اس میں حد جاری نہیں کی جائے گی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے صحابہ کرام کے درمیان اس کی عقوبت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بعض نے فرمایا کہ ”اگ میں جلا دیا جائے“ بعض نے فرمایا کہ ”اس پر دیوار گرا دی جائے“ بعض کا خیال تھا کہ ”اُسے کسی اونچی جگہ سے گرا دیا جائے پھر اس پر پتھر برسائے جائیں۔ صحابہ کرام اہل زبان تھے، اگر زنا اور لواطت ہم معنی الفاظ ہوتے تو ان کے درمیان اختلاف کیوں ہوتا؟ سیدھے سیدھے زنا کی حد جاری کر دیتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زنا کی حرمت کی وجہ نطفہ کا ضیاع نہیں ہے لواطت میں ہوتا ہے کیونکہ اگر نطفہ کا ضیاع ممنوع ہوتا تو عزل بھی ممنوع ہوتا حالانکہ عزل کی اجازت ہے۔ زنا تو اس لئے حرام کیا گیا کہ زنا سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ آوارہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ تربیت کرنے والا باپ نہیں ہوتا اور لواطت میں بچہ پیدا ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لواطت کا صدور نادر ہے کیونکہ زنا کی طرح جاہلین اس کے خواہاں نہیں ہوتے بلکہ امام صاحب کے ان دلائل کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن الہمام حنفیؒ نے لکھا ہے۔

عنہم بشرت اس بات کی کوشش کہ انزال عورت کے اقام نہانی میں نہ ہو بلکہ باہر ہو۔

شرح فتح القدیر ۴ : ۱۵۱

وَضُرَّ مَشَاحِنَ ابْنِ زُبَيْرٍ
يُجَسَّاسٌ فِي أَثْنِ الْمَوَاصِعِ حَتَّى
يَمُوتَا نَتْنًا
”اور ہمارے مشائخ (مشائخ حنفیہ) نے ابن زبیر
سے نقل کیا ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں سخت
گندی جگر پر قید کر دئے جائیں تاکہ وہ غلاطت
کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں۔“

مذکورہ بالا آیات، احادیث اور دلائل کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ بات
سمجھ میں آ جاتی ہے کہ لواطت بھی زنا کے حکم میں ہے لہذا لواطت کی سزا بھی یہی
ہونی چاہئے جو زنا کی ہے۔ یعنی شادی شدہ لوگوں کو رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ
کو سو سو کوڑوں کی سزا دی جائے۔

حدِ قذف (تہمت لگانا)

قذف کی قسمیں | اسلامی شریعت میں قذف کی دو قسمیں ہیں :-
(۱) تہمت کی پہلی قسم وہ ہے جس پر حد جاری کی جاتی ہے اور وہ کسی پاک دامن
شخص پر زنا کی تہمت لگانا یا کسی صحیح النسب آدمی کے نسب کا انکار کرنا ہے۔
(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ زنا اور انکارِ نسب کے علاوہ کسی مرد یا عورت پر کوئی
دوسرا الزام لگایا جائے۔

پہلی قسم پر شریعت میں حد جاری کی جاتی ہے اور دوسری پر تعزیر۔ دوسری
قسم ہمارے مجتہدین سے خارج ہے۔ اسلئے ذیل میں صرف پہلی قسم کے بارے میں
گفتگو کی جاتی ہے۔

حدِ قذف کی مصالح | اسلامی شریعت نے جس طرح کسی انسان کی جان اور
مال کو محترم قرار دیا ہے اسی طرح اس کی عزت بھی شریعت میں قابلِ احترام ہے۔

لہذا جس طرح زنا کے ارتکاب کو شریعت گناہ کبیرہ قرار دیتی ہے اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی شریعت میں گناہ کبیرہ ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

وَالَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِرَبْعَةٍ شَهَادَةٍ فَاَجْلِدُوهُمْ شَأْنَيْنِ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ه

”اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ اپنے دعوے پر نہ لائیں تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے مارو اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں“

(النور - ۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:-

وَذَلِكَ أَنَّ الزَّانَا مَعْصِيَةً كَبِيرَةً يَجِبُ إِخْلَاعُهَا وَأَقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَيْهَا وَالْمُتَّخِذَةُ بِهَا وَكَذَلِكَ الْقَذْفُ مَعْصِيَةً كَبِيرَةً نَحْنِيهِ الْحَقَّ عَادَ عَظِيمٌ عَلَى الزَّانَا

”زنا ایک ایسی معصیت اور گناہ کبیرہ ہے جس کے ارتداد کی کوشش کرنا اور اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اسی طرح تہمت زنا بھی گناہ کبیرہ ہے، اور جس پر یہ تہمت لگی ہے اس کی عزت پر بڑا لگ جاتا ہے“

اس لئے حضرت شاہ صاحب کا خیال ہے کہ قذف پر بھی حد قائم ہونی چاہیے۔ رہا یہ سوال کہ اس کی حد اسی کوڑے کیوں رکھی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بقول حضرت شاہ صاحب کسی فعل بد کی اشاعت اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جتنا کہ اس کا ارتکاب ہے۔ ۵

زنا کی تہمت لگانے والے کو ایک اور سزا دی جاتی ہے وہ یہ کہ اسے ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ قرار دیا جاتا ہے اس لئے کہ اُس نے اپنی کذب بیانی

۱۔ شاہ ولی اللہ : حجتہ اللہ البالغہ : ۲ : ۱۶۱ طبع لاہور ۱۹۴۵ء

۲۔ حوالہ بالا : ۱ : ۱۶۲

سے نہ صرف یہ کہ ایک پاک دامن کی عمت کو بٹہ لگانے کی کوشش کی بلکہ درحقیقت ایک بہت بڑے فتنے کا دروازہ کھول کر ایک پورے خاندان کو تباہی کے بھیانک غار میں دھکیلنے کا سامان کیا۔ لہذا ضروری ہوا کہ ایسا شخص ہمیشہ کے لئے سوسائٹی میں ناقابل اعتبار قرار دے دیا جائے۔ کوڑوں اور مردود الشہادۃ ہونے کی دونوں سزاؤں کو اس لئے جمع کیا گیا تاکہ تہمت لگانے والے کو جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے تکلیف اور نقصان پہنچایا جائے۔

اور اس کی یہ سزائیں دوسرے لوگوں کے لئے باعث عبرت بنیں۔ ان دونوں سزاؤں میں کوڑے کی سزا اصلی ہے اور عدم قبول شہادت کی سزا تبعی۔ بلکہ عدم قبول شہادت والی سزا کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر قاذف بعد میں توبہ بھی کر لے تب بھی وہ مردود الشہادۃ ہی رہے گا لیکن امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا خیال ہے کہ اگر وہ صدق دل سے توبہ کر لے تو بعد میں اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔ تہ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے زیادہ قرین صواب معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ توبہ کا تعلق دل سے ہے۔ اور کسی کے بارے میں یہ فیصلہ کر لینا کہ اس نے خلوص دل سے توبہ کی ہے نہ صرف یہ کہ دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے۔

۱۔ ابراہیم آفندی : اسرار الشریعۃ الاسلامیہ : ۲۵۵ : طبع ۱۳۲۸ھ

۲۔ عبدالقادر عودہ : التشریح الجنائی : ۲ : ۴۹۱

۳۔ ایضاً : ایضاً

۱۔ ارکانِ قذف

- قذف کے تین ارکان ہیں۔ جن کے پائے جانے پر حد لگانا واجب ہے۔
- ۱۔ پہلا زنا کی تہمت لگانا یا نسب کا انکار کرنا۔
 - ۲۔ دوسرا مقذوف جس پر تہمت لگائی گئی ہو) کا پاک باز ہونا۔
 - ۳۔ بدینتی لے

۲۔ زنا کی تہمت لگانا یا نسب کا انکار کرنا

۱۔ حد قذف اسی وقت واجب ہوتی ہے جب کسی پر زنا کی تہمت لگائی جائے یا اس کے نسب کا انکار کیا جائے بلکہ اگر زنا کے علاوہ کسی بات کی تہمت لگائی جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کافر ہے یا چور ہے یا شرابی ہے یا سود خور ہے یا خائن ہے تو اس طرح کے اتہامات پر حد قذف نہیں جاری ہوگی بلکہ تہذیب ہوگی۔ لے

۲۔ اسی طرح اگر کسی کو نامرد کہا جائے یا پاگل قرار دیا جائے یا بی بی کا مریض کہہ دیا جائے حالانکہ وہ شخص ایسا نہ ہو اور مقذوف عدالتی چارہ جوئی کرے تو تہذیب ہوگی حد نہیں لگائی جائے گی۔

۳۔ البتہ اگر کسی نے کسی سے کہا کہ ”تو اپنے (معروف) باپ کا بیٹا نہیں ہے“ تو اس کہنے والے پر حد قذف جاری ہوگی۔ لے

۴۔ اگر کسی نے کسی کو ”زانیہ کا بیٹا“ کہا اور اس کی ماں مرچھی ہو اور حیات میں پاک دامن رہی ہو اور مقذوف عدالت میں حد کا مطالبہ کرے تو حد قذف جاری کی جائے گی لے

لے الفترجیح الحنائی: ۲: ۴۶۱ لے الفترجیح الحنائی: ۲: ۴۶۱ لے ہدایہ: ۲: ۵۰۹

لے ہدایہ: ص: ۵۱۰

۵۔ کسی شخص نے کسی پر زنا کی نہمت لگائی اور مقذوف نے عدالتی چارہ جوئی کر دی۔ مقدمے کے دوران ہی میں مقذوف وفات پا گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد قذف باطل ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حد باطل نہیں ہوگی بلکہ جرم ثابت ہونے پر قذف پر حد جاری کی جائے گی۔ تہ

۶۔ اگر کسی نے کسی عورت کو "اے زانی یا اے زانیہ" کہہ کر مخاطب کیا تو اس پر حد جاری ہوگی۔ تہ

۷۔ اگر کسی نے کسی شخص کو کہا "اے زانی" اور ایک دوسرا شخص جو وہاں موجود تھا بول پڑا کہ تم ٹھیک کہتے ہو تو زانی کہنے والے پر حد جاری ہوگی تصدیق کرنے والے پر حد جاری نہیں ہوگی۔ تہ

۸۔ اگر کسی نے کسی شادی شدہ عورت سے کہا کہ "نکاح سے پہلے ہی تیرے شوہر نے تیرے ساتھ زنا کر لیا تھا" تو اس شخص پر حد جاری ہوگی۔ تہ

۹۔ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ "مجھے خبر ملی ہے کہ تم زانی ہو" تو اس پر حد نہیں لگے گی۔ تہ

۱۰۔ اگر کسی نے کسی عورت سے کہا کہ "تو نے تو اونٹ، بیل اور گدھے سے زنا کر لیا ہے تو اس پر حد نہیں ہوگی۔

البتہ اگر یہ کہے کہ ایک بیل، ایک اونٹ اور ایک گدھے کے عوض تو نے زنا کر لیا ہے تو اس پر حد جاری ہوگی۔ تہ

۱۱۔ اگر کسی نے کسی کو کہا "اے لوطی! تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد نہیں جاری ہوگی۔ لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حد لگائی جائے گی کیونکہ ان دونوں حضرات کے نزدیک لواطت کا وہی حکم ہے جو زنا کا ہے (پہلے گزر چکا ہے)۔ تہ

۱۰: ۵۱ تہ ہدایہ: ص: ۵۱۱ تہ البحر الرائق: ۵: ۳۰ تہ البحر الرائق: ۵: ۳۰

۵: ۳۱ تہ البحر الرائق: ۵: ۳۱ تہ البحر الرائق: ۵: ۳۱ تہ البحر الرائق: ۵: ۳۱

www.KitaboSunnat.com

- ۱۲۔ اگر کوئی کسی پر اشاروں کے ذریعے زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں ہے یہ
- ۱۳۔ اگر کسی نے کسی کو "اے ولد الزنا" کہا تو اس پر حد جاری ہوگی۔
- ۱۴۔ اگر کسی لڑکے کا باپ لڑکے کی ماں پر زنا کی تہمت لگائے تو لڑکے کو فانونی چارہ چوٹی کا حق نہیں ہے۔ تہ
- ۱۵۔ اگر دو آدمیوں کے درمیان تلخ کلامی کی صورت میں ایک نے دوسرے کو کہا کہ "تو زانی ہے" اور دوسرے نے جواباً کہا کہ "میں نہیں بلکہ تو زانی ہے" اور دونوں نے حد قذف کا مطالبہ کیا تو زنا نہ ہونے کی صورت میں دونوں پر حد قذف لگے گی۔ تہ
- ۱۶۔ زید پہلے تو بچر کا اپنا لڑکا تھا، لیکن بعد میں انکار کر دے تو اس صورت میں حان ہوگا۔ اور اگر زید حان سے انکار کرے گا تو اس پر حد قذف جاری ہوگی اور بچر کو زیدی کا لڑکا مانا جائے گا۔
- ۱۷۔ اگر کسی نے کسی خصی زنا مرہ اور سخت مریض پر زنا کی تہمت لگائی تو امام احمد کے نزدیک اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ لیکن امام مالک، شافعی اور ابو حنیفہ کے نزدیک حد نہیں لگائی جائے گی۔ تہ
- ۱۸۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاذف پر حد قذف اسی وقت لگے گی جبکہ قاذف نے دارالسلام میں رہتے ہوئے تہمت لگائی ہو۔ اگر تہمت لگاتے وقت قاذف دارالحرب یا دارالبغی میں تھا تو اس پر حد نہیں جاری ہوگی۔ دوسرے مینوں اماموں کے نزدیک قاذف پر حد جاری ہوگی خواہ اس نے دارالسلام میں تہمت لگائی ہو یا دارالحرب میں۔

لے البحر الرائق: ۵: ۳۳ تہ البحر الرائق: ۵: ۳۵ تہ شرح فتح القدير: ۴: ۲۰۱
تہ التشریح الجنائی: ۲: ۴۷۱

۶۔ رکن دوم - عفت (مقذوف کا پاک باز ہونا)

اصلاح شرح میں محسن (باعفت یا پاک باز) اس کو کہتے ہیں جو عاقل، بالغ، آزاد، مسلمان اور زنا سے پاک ہو۔ لے
اگر کسی کے نسب کا انکار کیا جا رہا ہو اور مقذوف کی ماں غیر مسلم ہو یا باندی ہو
تو حد قذف قاذف پر جاری نہیں ہوگی۔ لے

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقذوف کے پاک باز یا عیفت ہونے کا مطلب
یہ ہے کہ اُس نے اپنی ساری عمر میں کوئی بھی خرام مباشرت نہ کی ہو نہ کسی سے نکاح فاسد
کیا ہو۔ سوا اُس نے اپنی تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی اس فعل کا ارتکاب کیا ہو گا خواہ
اس پر حد لگی ہو یا نہ لگی ہو شرعاً وہ پاک باز نہیں تصور ہوگا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ عیفت (پاک باز) ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ
وطی حرام میں اس پر حد نہ لگی ہو۔ بالعرض اگر کبھی اس سے وطی حرام سرزد ہوئی لیکن
اس پر حد نہیں لگی تو چونکہ زنا کا الزام اس پر ثابت نہ ہوا اس لیے شرع میں اسے عیفت
مانا جائے گا۔

امام احمد کے نزدیک عیفت ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ گواہوں یا اقرار
کے ذریعے اس پر جرم زنا نہ ثابت ہوا ہو اور نہ حد لگی ہو۔ لے

۷۔ رکن سوم - بدعتی

قاذف پر حد قذف اسی وقت جاری ہو سکتی ہے جبکہ دلائل اور ثبوت سے یہ
بات ثابت ہو جائے کہ قاذف نے مقذوف پر زنا یا اس کے نسب کا انکار

لے الشرح الجنائی: ۴: ۲۷۴ لے شرح فتح القدير: ۴: ۱۹۳ لے الشرح الجنائی: ۲: ۲۷۴

لے الشرح الجنائی: ۲: ۲۷۴

یہ جان بوجھ کر کیا ہے کہ وہ غلط ہے اور اس کا ثبوت تو اسی وقت مل جائے گا جبکہ اس سے کہا جائے کہ تم اس الزام کو ثابت کرو اور وہ ثابت کرنے سے قاصر ہے لہذا قاذف کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ متقدم پر تہمت لگاتے وقت یا اس کے نسب کا انکار کرتے وقت اس کے پاس حسب ضرورت شرعیہ ثبوت موجود ہو۔

شراب نوشی

اسلام کے ظہور سے پہلے عرب میں شراب نوشی کا اس قدر رواج تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بعض منغلے تو ایسے بھی تھے کہ مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کر جاتے کہ میری قبر پر روزانہ کم از کم شراب کا ایک گھڑالٹھا دیا کرنا۔ مرد اور عورت، بچے، آقا اور غلام غرض کہ معاشرے کا ہر فرد اس میں مبتلا تھا۔ نہ اس کے استعمال پر کسی قسم کی پابندی تھی اور نہ امتیاز اسلئے شراب کی حرمت کا حکم بھی دفعتاً نہیں نازل ہوا بلکہ تدریجی طور پر احکام نازل ہوئے۔ سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ
”اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو
تو تم زبان سے جو کچھ کہتے ہو اسے سمجھنے نہ لگو نماز کے
قریب نہ جاؤ۔“ (النساء - ۴۳)

اور چونکہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں کم وقت کا فاصلہ ہوتا ہے اس لئے لوگوں نے دن کے بیشتر اوقات میں شراب نوشی ترک دی۔ اس کے کچھ دنوں بعد شراب نوشی کو اَشْمُ كَبِيرٌ (بڑا گناہ) بتایا گیا۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْفَعَةٌ لِلنَّاسِ
”لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدہ بھی ہیں لیکن ان دونوں (شراب اور جوئے) کا گناہ انکے

فائدے سے بہت بڑھا ہوا ہے۔“ (البقرة - ۲۱۹)

مذکورہ بالا آیت کے نازل کرنے کا مقصد لوگوں کے دلوں میں شراب سے تنفر پیدا کرنا تھا۔ چونکہ وہ خیر القرون تھا اس لئے اس آیت نے اپنا اثر دکھایا اور مسلم معاشرے کے اکثر افراد شراب سے احتراز برتنے لگے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْبَيْسُ
وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ

”اے ایمان والو! واقعی بات یہ ہے کہ شراب

جو اور بتوں کے تھکان اور فال کھولنے کے

عَنِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ۝ (المائدہ ۵ — ۹۰)

یہ سب ناپاک کام شیطان کے ہیں۔ لہذا ان سے

بچتے رہو شاید کہ تم فلاح پاؤ۔“

اس آیت کے نزول کے بعد شراب قیامت تک کے لئے قطعاً حرام قرار دیدی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرُ حِينَ يَشْرِبُهَا
وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۝

”اور شراب پینے والا جس وقت شراب پی

رہا ہو نہایت وہ مومن ہی نہیں رہتا۔“

آپ نے فرمایا:

إِذَا شَرِبُوا الْخَمْرَ فَاجْلِدُوا هُمْ ثَمَّ اِنْ
شَرِبُوا فَاجْلِدُوا هُمْ ثَمَّ اِنْ شَرِبُوا فَاجْلِدُوا هُمْ
ثَمَّ اِنْ شَرِبُوا فَاقْتُلُوهُمْ ۝

”اگر لوگ شراب پیں تو انہیں کوڑے مارو اگر

دوبارہ پیں تو پھر کوڑے مارو اگر سہ بارہ

پیں تو پھر کوڑے مارو اور اگر اس کے بعد بھی

پیں تو انہیں قتل کر دو۔“

الحجۃ البجاری ۱ : ۲ : ۸۳۴ طبع دہلی کمرن پریس ۱۳۲۵ھ

”قل کا حکم آپ نے بعد میں منسوخ فرمادیا۔“

بہارِ اَوَّل ۱ : ۲ : ۶۱۶ طبع مطبع امی کانیپور

حرمیت شراب کے مضامین | اگر شراب کو اُمّ الخبیثات کہا گیا ہے تو غلط نہیں ہے۔ شراب نوشی معتد و مفسد اور تباہ کاریوں کا باعث بنتی ہے۔ قرآن کریم میں بتلایا گیا ہے کہ جو اور شراب بغض و عداوت پیدا کرتے اور انسان کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دیتے ہیں:

إِنَّمَا يُدِ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
وَيُبْذِلْكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ
الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ۝
(المائدہ - ۵ - ۹۰)

.. شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے
کے ذریعے تمہارے مابین دشمنی اور بغض ڈال
دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز ادا کرنے سے
باز رکھے۔ سو کیا تم اب بھی اس سے باز رہو گے؟

وجہ اس کی یہ ہے کہ نشے کی حالت میں انسان کے خیالات مختلف وادیوں
میں بھٹکتے ہیں اور وہ اتنی دیر تک حقائق کی دنیا سے دور چلا جاتا ہے۔ خود کو وہ
تمام خوبیوں اور کمالات کا مرقع اور دوسروں کو اپنے مقابلے میں ہیج سمجھنے لگتا ہے
جس کی وجہ سے لوگ اس کو احمق سمجھتے اور اُس سے نفرت کرتے ہیں۔ اس طرح
عداوت و بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ ذکر الہی اور نماز سے دوری بھی اسی لئے پیدا
ہو جاتی ہے کہ اس میں قدرت الہی پر غور کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجز و
انکساری کے اظہار کی صلاحیتیں ہی اس وقت مفقود ہو جاتی ہیں۔ وہ حیوانی لذتوں
اور نفسانی خواہشات کے گرد اب میں کچھ اس طرح گھر جاتا ہے کہ روحانی کیفیت و
سرور اور ملکوتی مشاہدات اور اس کے درمیان پر وہ پڑ جاتا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو سب سے بڑی
دولت عقل کی شکل میں عنایت فرمائی ہے اور جو انسان میں مکارم اخلاق کے
حصول کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور رذائل اخلاق سے اجتناب پر مجبور کرتی ہے،
نشے کی حالت میں اُس پر پردہ پڑ جاتا ہے اور انسان عزت و ذلت کے تعزیرات

سمجھتی آئی۔ لیکن اٹھارہویں صدی کے آغاز سے جب سے کہ مغربی استعمار نے مسلمانوں کے تسلط کو ختم کرنا شروع کیا اور میدان سیاست کی شکست نگر و نظری کی شکست کا باعث بننے لگی۔ عالم اسلام میں متحدہ دین کا ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہوا جو مغرب کی ذہنی غلامی کے زیر اثر مختلف تاویلات کے ذریعے شراب کو حلال کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ (لیکن الحمد للہ کہ ملت کے عام ذہن نے ان تاویلات کو مسترد کر دیا اور شراب نوشی کے بارے میں ایک خاص شرعی نقطہ نظر جو قائم ہو چکا تھا حسب سابق قلوب و اذہان میں راسخ رہا۔) لطفت کی بات یہ ہے کہ عین اس وقت جبکہ متحدہ دین اپنی لچر تاویلات کے ذریعے شراب خوری عکے جواز کے راستے تلاش کر رہے تھے اکثر و بیشتر غیر مسلم ممالک میں شراب نوشی کے نقصانات کے پیش نظر اس کے امتناع کی کوششیں جو رہی تھیں اور اب تو یہی حالت ہو چکی ہے کہ تقریباً ہر غیر مسلم ملک میں یا تو شراب نوشی جرمِ پابندی ہے یا پھر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے قوم کو شراب کے مضر اثرات سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ اسے یوں کہہ لیجئے کہ برہمن تو کبے کی طرف سفر کر رہا ہے اور حرم کا محافظ کبے کی چوکھٹ چھوڑ کر کفر و ظلمات کی دادیوں پر لپجائی ہوئی نگاہیں ڈالنے میں مصروف ہے۔ پھر بھی چونکہ ملت کا ضمیر ابھی بھی بیدار ہے اس لئے ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہارِ اجدت پسند طبقہ انشا اللہ بہت جلد حقائق کا اعتراف کرے گا اور وہ دن دور نہیں جبکہ مسلم اور غیر مسلم دونوں اس حقیقت کو تسلیم کر لیں گے کہ مسجد نبوی کے ننگے لیے فرش پر بیٹھ کر اس عالم آب و گل کے سب سے بڑے قانون ساز نے تیرہ سو برس پہلے جو قانون وضع فرما دیا تھا وہی حق ہے اور اناہیت کی فلاح اسی میں مضمر ہے۔ اس لئے کہ اُن کا وضع کردہ قانون وحی الہی پر مبنی تھا۔

خمر کی تعریف لغت میں تو خمر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ اصطلاح فقہ میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک

برودہ چیز جو نشہ آور ہو خواہ وہ انگور کا رس ہو یا کھجور، یا گندم، جو، چاول اور کشمش کا عصا رہو شراب کے حکم میں داخل ہے۔ اس کا قلیل و کثیر دونوں حرام ہے، نشہ پیدا کرے یا نہ پیدا کرے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک، صرف مندرجہ ذیل مشروبات خمر کے حکم میں داخل ہیں۔

(۱) انگور کا شیرہ جبکہ وہ پک کر تیز ہو جائے اور اس پر جھاگ آجائے۔
(۲) انگور کے شیرے کو اس طرح پکا یا جائے کہ اس کا دو تہائی حصہ جل جائے اور وہ نشہ آور ہو جائے۔

(۳) کچے یا نیم پختہ کھجوروں کا شیرہ جبکہ وہ پک کر تیز ہو جائے اور اس پر جھاگ آگئے۔

ان کے علاوہ گندم چاول اور جو کے مشروبات اگر نشہ آور نہ ہوں تو ان کا پینا جائز ہے۔ سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک مذکورہ بالا اشیا سے تیار کردہ مشروبات اس وقت تک شراب کے حکم میں داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ نشہ نہ پیدا کریں۔ مثلاً کس نے تین گلاس مذکورہ بالا مشروبات میں سے کوئی مشروب پیا لیکن اس کو نشہ نہیں آیا تو وہ حلال ہے لیکن اس نے جب چوتھا گلاس پی لیا اور اس کو نشہ آیا تو وہ مستوجب سزا ہے۔ مختصر یہ کہ امام صاحب کے نزدیک خمر کے علاوہ دیگر مشروبات بذاتہ حرام نہیں ہیں بلکہ ان کا نشہ حرام ہے۔

امام صاحب کی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ روایت ہے کہ ”ایک شخص حضرت عمرؓ کا رفیق سفر تھا دونوں حضرات روزہ دار تھے افطار کے بعد اُس شخص نے ہمیز پی اور اُسے نشہ آگیا، تو حضرت عمرؓ نے اُس پر حد جاری فرمائی۔ اُس نے عرض کیا کہ ”میں نے تو آپ ہی کے مشیز سے ہمیز نکال کر پی تھی۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”میں نے ہمیز پینے کی وجہ سے تیرے اوپر حد نہیں لگائی، بلکہ اس نشہ کی وجہ سے حد لگائی ہے جو ہمیز زیادہ پی لینے کی وجہ سے پیدا ہو گیا۔“

اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کی شراب نوشی | بہت سے ایسے ادیان بھی ہیں جو
 مسلمانوں کی طرح شراب حرام ہے لیکن چند مذاہب کے ماننے والے شراب
 نوشی کو حلال سمجھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ کسی اسلامی مملکت کے باشندے ہیں
 تو کیا انہیں شراب پینے کی اجازت دی جائے گی؟

اس مسئلے پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ خواہ غیر مسلموں کے مذاہب میں
 شراب حلال ہی کیوں نہ ہو انہیں علانیہ شراب پینے کی اجازت نہیں دی جائے گی

البتہ بعض علماء کا خیال ہے کہ پوشیدہ طور پر اگر وہ شراب پیں تو انہیں
 اجازت دی جائے لیکن اکثر علماء کا خیال ہے کہ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو
 شراب خوری کی اجازت دینے سے اکثر مسلمان ان کے پردے میں شراب پینا شروع
 کر دیں گے (جیسا کہ ہمارے ملک میں ہو رہا ہے) اس لئے غیر مسلموں کو اجازت
 نہ دی جائے اور اگر وہ شراب پیں تو ان پر حد جاری کی جائے۔ میرے خیال میں
 یہ رائے زیادہ درست ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اگر کسی غیر مسلم ملک میں شراب
 پر پابندی لگائی جاتی ہے تو وہ پابندی بلا تفریق مذاہب و ملت اس ملک کے ہر
 باشندے پر عائد ہوتی ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے ملک میں شراب پر پابندی
 عائد کرتے وقت دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی رعایت برت کر شراب نوشی
 کے لئے ایک چور و روازہ کھول دیں؟

۱۔ عبدالقادر عودہ : ۲ : الفتریح الجنائی : ۲ : ۴۹۹
 ۲۔ ابن الہمام الحنفی : شرح فتح القدیر : ۲ : ۱۸۳ طبع مصر ۱۳۱۴ھ

اجرائے حد

حضرت محارب بن وثارؓ سے روایت ہے کہ شام میں چہر لوگوں سے شراب پی۔ تو حضرت یزید بن ابی سفیان نے اُن سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں شراب پی؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:-

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا. (المائدہ - ۹۳)
 ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے“
 ان پر اس (حرام چیز کے کھانے کا) کوئی گناہ
 نہیں ہے (جو وہ حرمت سے قبل کھاتے رہے تھے)

انہوں نے یہ واقعہ من وعن حضرت عمر بن خطابؓ (خلیفہ دوم) سے بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں تحریر فرمایا ”اگر میرا یہ مکتوب تمہیں پہنچے تو اسے شام تک کی بھی انہیں مہلت نہ دینا اور اگر شام کو پہنچے تو صبح ہونے تک اسے انتظار نہ کرنا۔“ ان لوگوں کو فوراً میرٹھس روانہ کرنا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے

کے دوسرے بندوں کو گمراہ نہ کر سکیں۔ چنانچہ یزید بن ابی سفیان نے انہیں فوراً حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دیگر صحابہ کرامؓ سے اس معاملے میں مشورہ فرمایا۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ ”اس معاملے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“ حضرت علیؓ نے فرمایا ”ان لوگوں نے دین میں ایسی بات کی ابتدا کر دی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت نہیں دی تھی۔ لہذا (میرا خیال ہے کہ ان سے دریافت کیا جائے) اگر یہ لوگ شراب کو حلال سمجھتے ہیں تو انہیں قتل کرادیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک ایسی چیز کو حلال کر رکھا ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے (اور ایسا کرنا کفر ہے) اور اگر یہ لوگ شراب کو حرام تو سمجھتے ہیں لیکن پی رہے ہیں تو انہیں اسی اسی کوڑے مارے جائیں گے۔“

لہذا امام ابو حنیفہ، امام مالک اور سفیان ثوری کی رائے ہے کہ شراب خمر کی حد اسی کوڑے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شراب نوشی بڑھ رہی تھی تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ سب سے کم حد حد قذف (یعنی اسی کوڑے) ہے اس لئے آپ اسی کو مقرر فرمادیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ”انسان جب نشے میں ہوتا ہے تو اول فول بکنے لگتا ہے اور اول فول بکنے کی صورت میں وہ اکثر تہمتیں لگاتا ہے، لہذا شراب نوشی کی حد بھی وہی ہونی چاہئے جو قذف کی ہے“ چنانچہ اس بات پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے تمام ممالک محروسہ میں یہ حکم نامہ بھیج دیا کہ شراب نوشی کی حد اسی کوڑے ہیں۔ آپ نے حضرت خالدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھ کر بھی بھیجا۔ ۱۷

۱۷ ابن قدامہ، المغنی، ۱۰ : ۳۲۶، طبع مصر ۱۳۷۷ھ

۱۸ ایضاً، ص : ۳۲۹

امام شافعیؒ کے نزدیک شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے ہیں ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ ”تعزیر کے طور پر اگر حاکم مزید چالیس کوڑے (یعنی اسی کوڑے) مارنا چاہے تو مار سکتا ہے۔“

(۱) اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جب تک نشہ اُتر نہ جائے شراب خور پر حد جاری نہ کی جائے کیونکہ حد جاری کرنے کا مقصد اُسے ایذا دیکر شراب نوشی سے باز رکھنا ہے اور نشے کی حالت میں نہ تو خاطر خواہ اُسے تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ عبرت حاصل کرے گا۔

(۲) اجرائے حد کے لئے ضروری ہے کہ نشہ آوری چیز مشروب ہو اگر ایسا نہ ہو تو حد نہیں جاری ہوتی۔ مثلاً حشیش یا دھتورہ یا چرس پر حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہوگی۔

(۳) اگر شراب کو شوربے میں ملا کر کھایا جائے تو حد واجب ہوگی۔

(۴) اگر غلطی سے کوئی شخص شراب منہ میں لیلے اور پھر تھوک دے تو حد واجب نہیں ہوگی۔

(۵) امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ شراب منہ کے راستے پیٹ میں داخل ہو، اس صورت میں حد واجب ہوگی لیکن اگر رگوں کے ذریعہ داخل کر دیجائے تو تعزیر ہوگی حد نہیں واجب ہوگی۔

۱۔ ابن قدام: المغنی ، ۱۰ : ۳۲۹ ، طبع مصر ۱۳۲۸ھ

۲۔ شرح فتح القدیر ، ۴ : ۱۸۵ ، ایضاً شرح زرقانی ، ۸ : ۱۱۳

۳۔ ابن عابدین ، رد المحتار ، ۳ : ۱۴۰ ، طبع مصر ۱۳۲۲ھ

۴۔ ابن قدام: المغنی ، ۱۰ : ۳۲۹

۵۔ التشریح الجتانی ، ۲ : ۵۰۲

۶۔ ایضاً ، بدائع الصنائع ، ۴۰

اگر کوئی شخص اتنا پیاسا ہو کہ پیاس سے مر جانے کا اندیشہ ہو اور پانی موجود نہ ہو صرف شراب ہو اور وہ جان بچانے کی خاطر شراب پی لے تو اس پر حسد نہ ہوگی۔

(۷) دوا کے طور پر شراب کے استعمال کرنے میں اختلاف ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اس صورت میں بھی حد لگانے کے قائل ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مریض مر رہا ہو اور معالج کو یقین ہو کہ شراب سے بچ جائے گا ورنہ ہلاکت یقینی ہے تو جائز ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ایسی حالت میں پکڑا جائے کہ وہ نشے کی حالت میں ہو یا اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو، اور اس حالت میں دو گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی دیں تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔

(۹) اگر کوئی شخص شراب نوشی کا اقرار کرے اور اس کے منہ میں شراب کی بو موجود ہو تو اس پر حد جاری ہوگی۔ لیکن شراب کی بو ختم ہونے کے بعد اگر اقرار کرے گا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوگی۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اقرار کی صورت میں حد جاری ہوگی۔

(۱۰) اگر گواہان بو اور نشہ ختم ہونے پر گواہی دیں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں جاری ہوگی۔ امام محمدؒ کا قول ہے کہ حد جاری ہوگی۔

(۱۱) اگر شرابی قے کرے اور اس کی قے میں شراب کی بو ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد جاری ہوگی۔

۱۔ شرح الزرقانی : ۸ : ۱۱۲ : ۱۱۴ ۲۔ المغنی : ۱۰ : ۳۳۰

۳۔ شرح فتح القدیر : ۴ : ۱۴۸ ۴۔ شرح فتح القدیر : ۴ : ۱۴۹

۵۔ ایضاً : ۱۴۹

(۱۲) اگر کوئی شخص نئے کی حالت میں پکڑا گیا اس کے منہ سے شراب کی بو بھی آ رہی تھی اور دو گواہوں نے اسے اس حالت میں دیکھا بھی، لیکن حاکم اس جگہ موجود نہیں تھا دوسرے علاقہ میں عدالت تھی۔ حاکم کے پاس لیجاتے لیجاتے نشہ بھی ختم ہو گیا اور بو بھی دور ہو گئی تو اس صورت میں ان دو گواہوں کی شہادت پر ایسے شخص پر حد جاری کی جائے گی، اس پر تمام علماء متفق ہیں۔ ۱۷

(۱۳) شراب نوشی کے معاملے میں عورت کی شہادت معتبر نہیں ہے۔ ۱۸

حَدِ سَرَقَہ (چوری کی سزا)

چوری کی قسمیں | چوری کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک تو وہ جس پر حد جاری ہوتی ہے۔ یہ چوہی شریعت کی اصطلاح میں "کسی شخص کی چیز کو خفیہ طور پر لے لینے کو کہتے ہیں" جس میں نہ اس شخص کی رضامندی شامل ہو اور نہ اسے اس کا علم ہو۔ ۱۹

(۲) چوری کی دوسری قسم وہ ہے جس پر حد کی بجائے تعزیر ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں (الف) پہلی قسم وہ ہے جو اگرچہ حد کے ضمن میں تو آتی ہو لیکن اجر لے حد کی شرائط پورے طور پر نہ پائے جانے کی وجہ سے یا شبہ پیدا ہو جانے کے باعث حد کی گرفت سے مکمل کر تعزیر کے تحت آجاتے۔ مثلاً خفیہ طور پر اپنے شریک کا مال لے لینا۔

(ب) دوسری قسم وہ ہے جس میں غیر کا مال لینا تو ثابت ہو لیکن خفیہ طور پر

۱۷ شرح فتح القدیر ۱۸۱: ۴

۱۸ ایضاً ۱۸۶: ۴

۱۹ ابن عابدین : رد المحتار : ۳ : ۱۹۸

مال چھپایا جائے۔ مثلاً کسی شخص کے علم میں اس کا مال غصب کر لینا یا کسی کے ہاتھ سے روپے کے نوٹ چھپین کر لے بھاگنا وغیرہ وغیرہ۔ ان صورتوں میں حد نہیں جاری ہوگی بلکہ تعزیر کی جائے گی۔

اس مقالے میں اس وقت زیر بحث چوری کی پہلی قسم ہے (جس پر حد جاری ہوتی ہے)۔

سرقہ (چوری) کے ارکان

سرقہ کے چار ارکان ہیں۔ (۱) پوشیدہ طور پر کسی چیز کا لینا (۲) چُرانی ہوتی چیز (مال مسروقہ) کا مال ہونا (۳) مال مسروقہ کا غیر کی ملک ہونا۔ (۴) ارتکاب جرم کا ارادہ۔

(۱) لوہنِ اول | پوشیدہ طور پر کسی چیز کے لینے کے یہ معنی ہیں کہ جس کا مال لیا گیا ہو اسے مال کے چُرانے جانے کا علم نہ ہو اور نہ اُس کی رضا مندی ہو۔ مثلاً کسی نے کسی کے مکان سے اُس کا سامان اُٹھا لیا اور صاحب مال وہاں موجود تھا، یا موجود تو تھا لیکن سو رہا تھا سو اگر صاحب مال کی موجودگی اور قائمی ہوش و حواس میں اس کا مال چھپین لیا جائے تو سرقہ نہ ہوگا اور نہ اس پر حد جاری ہوگی، بلکہ تعزیر ہوگی۔ اسے شریعت کی اصطلاح میں اختلاس کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کی رضا مندی سے بلا صاحب مال کے علم کے اس کا مال لے لیا جاوے تو وہ بھی سرقہ نہ ہوگا اس پر نہ حد جاری ہوگی اور نہ تعزیر لے۔
خفیہ طور پر کسی چیز کے لینے (سرقہ) کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ چور مال مسروقہ کو صاحب مال کے محفوظ انتظام سے نکالے۔

دوسرے یہ کہ جب چور مالِ مسروقہ کو صاحب مال کے محفوظ انتظام سے نکال رہا ہو تو شے مسروقہ اس وقت بھی مکمل طور پر اس کی حفاظت میں ہو۔ تب سوائے یہ کہ چوری کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ چور صاحب مال کے محفوظ قبضہ سے مالِ مسروقہ کو نکال کر اپنے محفوظ قبضہ میں رکھ لے۔ لہذا اگر یہ تینوں صورتیں نہ پائی جائیں تو حد جاری نہیں ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی۔

مثلاً کوئی چور کسی شخص کے مکان میں چوری کے ارادے سے داخل ہو لیکن مال تک پہنچنے سے قبل ہی پکڑا جائے یا اسے اس وقت پکڑ لیا جائے جبکہ وہ مالِ مسروقہ نہ ال کر جمع کر رہا تھا یا اسے وقت پکڑا جائے جبکہ وہ مویشی کھول رہا تھا یا غلہ چرا کر کھلیاں سے نکل رہا تھا کہ پکڑا گیا۔ ان سب صورتوں میں حد نہیں جاری ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی، کیونکہ مالِ مسروقہ پورے طور پر صاحب مال کے قبضہ سے نکل کر چور کے قبضہ میں داخل ہی نہیں ہوا۔

رحن دوم | (یعنی شے مسروقہ کا مال ہونا)

اجرائے حد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شے مسروقہ مال ہو، یعنی (الف) ایسا مال ہو جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہو۔ (ب) ایسا مال ہو جسکی قیمت ہو۔ مثلاً زیورہ، کپڑا، نقدی وغیرہ۔ شراب اور خنزیر کی چوری پر حد نہیں ہے اسلئے کہ شریعت اسے مالِ مقوم (قیمت والا مال) تسلیم نہیں کرتی۔ اسی طرح ایسے مال کی چوری پر بھی حد نہیں ہے جو بے وقعت ہو مثلاً گھاس، گری پڑی کڑیاں (جداون) پٹے پانی پھاڑے، مٹی، گوبر یا وہ مال و اسباب جو فعلِ حرام میں استعمال کیا جاتا ہو مثلاً طلبہ سازگی، آلاتِ بھول و لعب وغیرہ۔

(ج) مال محرر نہ ہو۔ یعنی صاحب مال نے اسے حفاظت سے رکھا ہو۔

اسی لئے گرے پڑے پھولوں کی چوری پر حد نہیں ہے اور ایسا چیز کی چوری پر بھی حد نہیں ہے جو کھلے میدان یا سڑک کے کنارے پڑی ہو اور اس کا کوئی محافظ نہ ہو۔

(د) مال مسروقہ حاصلاً تک ہو جس کی مقدار امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک ڈھال کی قیمت یعنی دس درہم ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت ہے کہ آپ ایک ڈھال سے کم قیمت کی چیز کی چوری پر حد نہیں جاری فرماتے تھے۔ دوسری روایت حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک دیناریاں دس درہم سے کم مالیت کی چیز کی چوری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حد نہیں جاری فرمایا کرتے تھے لہٰذا یہی مسلک شیعہ زیدیہ کا بھی ہے۔

بن حزم کے نزدیک ایک چوتھائی دینار کی مالیت کی چیز کی چوری پر بھی حد جاری ہوگی۔ یعنی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ لے

رکن سوم | یہ کہ مال مسروقہ غیر کی ملکیت ہو۔ کیونکہ اگر وہ چور کی ملکیت ہو گا تو پوشیدہ طور پر لے لینے کے باوجود وہ چوری نہیں ہوگی۔ اس ملکیت کیلئے بھی ضروری ہے کہ چوری کے وقت بھی مال مسروقہ چور ہی کی ملکیت میں ہو۔ اسلئے کہ جو سکتا ہے کہ زید پہلے کسی گھڑی کا مالک تھا لیکن اس نے وہ گھڑی فروخت کر کے اُسے اپنی ملکیت سے نکال کر خریدار کی ملکیت میں دے دیا۔ اب اگر زید اس گھڑی کو خرابے تو اُس پر حد جاری ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چوری کرنے سے پہلے مال مسروقہ زید کی ملکیت میں نہیں تھا لیکن عین چوری کے وقت اس کی ملکیت میں جائز طور پر داخل ہو گیا تو اس مال کی چوری پر حد نہیں جاری ہوگی۔ مثلاً زید پہلے کسی گھڑی کا مالک نہیں تھا اور گھڑی اس کے والد کی ملکیت میں تھی

۱۔ التشریع الجنائی : ۲ : ۵۸۲

۲۔ المغنی : ۱۱ : ۲۵۲

مگر عین چوری کے وقت اُس کے والد کا انتقال ہو گیا اور وراثت کے طور پر وہ کھڑی زید کی ملکیت میں آگئی تو ایسی صورت میں زید پر حد نہیں جاری ہوگی لے
(۲) محض غیر مملوک شے کے لے لینے ہی سے چوری کا جرم نہیں بنتا بلکہ جسم بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مال مسروقہ غیر کا مملوک ہو۔

سو اگر کسی نے ایسا مال چُرا یا جو کسی کی ملک میں نہ تھا بلکہ نہایت حقیر شے تھی جو عموماً یوں ہی پڑی رہتی ہے تو وہ چوری نہیں سمجھی جائے گی۔

(۳) اسی طرح اگر کوئی شخص کرایہ پر کسی شے کا حق انتفاع حاصل کرے اور اس چیز کو لے لے، یا اس کے پاس کوئی مال گروی ہو اور وہ اس پر قابض ہو جائے تو اس پر حد نہیں جاری ہوگی لے اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز چُرا لے جس کے مالک کا پتہ نہ ہو کہ کون ہے اور نہ اس مال کا کوئی دعویدار ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چُرانے والے پر حد نہیں جاری ہوگی لے

(۴) اگر کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دیا پھر کرایہ دار کا مال چُرا لیا تو اُس پر حد جاری ہوگی۔ یہی قول امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا ہے لے

(۵) اگر کسی نے کسی کا مکان غضب کر کے اس میں اپنا مال لاکر رکھا اور اس مال کو کوئی اجنبی چور یا وہ شخص جس کا کہ وہ مکان ہے چُرا لے تو نہ اجنبی چور پر حد جاری ہوگی اور نہ مکان کے حقیقی مالک پر۔ کیونکہ مقصود مکان میں حفاظت کا تصور ہی نہیں ہے لے

۱۔ التشریح الجنائی : ۲ : ۵۸۸

۲۔ التشریح الجنائی : ۲ : ۵۹۰

۳۔ ایضاً : ص ۵۹۱

۴۔ المعنی : ۱۰ : ۲۵۶

۵۔ ایضاً ص ۲۵۷

(۶) اگر مہمان میزبان کا کوئی مال چُرالے تو دیکھا جائے گا کہ اُس نے وہ مکان کہاں سے پایا ہے، کسی ایسی جگہ سے جہاں وہ بحیثیت مہمان کے رہتا تھا یا میزبان کے مکان کے اُس اندرونی حصے سے جہاں میزبان کا داخلہ نہیں ہوتا تھا اول الذکر صورت میں حد نہیں جاری ہوگی لیکن ثانی الذکر میں قطع یہ ہوگا۔ لے

(۷) اگر کسی کے ذمہ قرض ہو اور وہ ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہو اور قرض خواہ اپنے قرض کی مالیت کے مطابق اتنی رقم مقرض کے مال سے چُرالے تو حد نہیں جاری ہوگی۔ لے

(۸) امام ابو حنیفہ کے نزدیک کفن کی چوری پر حد نہیں جاری کی جائے گی۔ اس لئے کہ میت کا کفن ایک بے حقیقت چیز ہے اور طابع سلیمہ ان کے استعمال سے ابار کرتی ہیں۔ نیز یہ کہ وہ میت کی ملکیت نہیں ہے کیونکہ میت تو کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہوتا۔ لے

(۹) مباح اشیاء پر قبضہ کر لینے سے بھی حد نہیں جاری ہوگی۔ مثلاً سمندر کی مچھلی۔ سمندر کی تہ کے موتی۔ اڑنے والی چڑیاں یا کسی کے مکان کا باہر پھینکا ہوا کوڑا کرکٹ یا بچا کھچا کھانا وغیرہ۔ لے

رُکن چہارم

از نکاب جرم کا ارادہ | محض ملوک غیر کو خفیہ طور پر لے لینے ہی سے چوری کا بُرا نہیں بنتا بلکہ اس میں سب سے زیادہ اہمیت ”از نکاب جرم کا ارادہ ہے“ کہ چوری سمجھ کر مال مسروق لے کہ اس کا لینا حرام ہے۔

لے المعنی : ص ۲۵۷

لے التشریح الجنائی : ۲ : ۵۹۴

لے بدائع صنائع : ۴ : ۶۹ - ۷۷

لے التشریح الجنائی : ۲ : ۶۰۴

(۱) لہذا اگر کوئی شخص لاعلمی میں کسی چیز کو مال سمجھ کر لے لے تو وہ چوری نہیں ہے۔ اور نہ اس پر حد و تعزیر ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ چور کا ارادہ شی مسروقہ پر ملکیت جانے کا ہو۔ لہذا اگر کسی نے کسی شخص کا کھانا اس کی اجازت و علم کے بغیر اٹھا کر کسی دوسرے دوسرے شخص کو کھلا دیا تو اسے مثلث (تلف کرنے والا) تو کہہ سکتے ہیں، سارق (چور) نہیں کہہ سکتے۔

(۲) اگر کوئی کسی متنازعہ فیہ شے پر قبضہ کرے تو اسے بھی چوری نہیں کہا جائے گا۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی حربی (مسلمانوں سے جنگ کرنے والی قوم کا فرد) یا باغی کا مال لے لے تو وہ بھی چوری نہیں ہے خواہ اس کا ارادہ اس شی پر ملکیت ہی جانے کا کیوں نہ ہو۔

(۴) اگر کوئی پاگل شخص کسی کی چوری کر لے تو اس پر بھی حد نہیں اسلئے کہ از کتاب جرم کا صحیح ارادہ نہیں پایا گیا۔

(۵) بالجبر اگر کسی سے چوری کرائی جائے تو چور قابل مواخذہ نہیں ہے۔

(۶) حالت اضطراب میں چوری کرنا مثلاً بھوک سے مر رہا تھا اور سوائے مال مسروقہ کے کوئی شے موجود نہ تھی اور چوری کر لی تو یہ بھی قابل مواخذہ نہیں ہے۔

۱۔ التشریع الجنائی ۲: ص ۶۰۸

۲۔ ایضاً :

۳۔ ایضاً :

۴۔ ایضاً :

۵۔ ایضاً : ص ۶۱۰

غرضکہ مقدمے کی سماعت کے دوران حاکم کا یہ فرض ہے کہ وہ چوری کے ملزم کی نیت اور ارادے کا تعمق نظری سے جائزہ لے اور تمام ضروری ارکانِ شواہد کی موجودگی کے باوجود اگر بدینتی (Amteulism - Base) نہ پائی جائے تو حد ساقط کر دے۔ کیونکہ تمام اعمال خیر یا شر کا مدار نیت پر ہے۔

ثبوتِ جرم

(۱) چوری کا جرم ثابت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ دو شاہد عادل ملزم کے از کتاب جرم کی عینی شہادت دیں۔ سو اگر دو شاہدوں میں سے ایک عورت اور ایک مرد ہو۔ یا ایک تو عینی شاہد ہو لیکن دوسرا سماعی تو حد نہیں جاری ہوگی۔ (یعنی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔)

(۲) ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت یا ایک عینی اور دو سماعی شاہدوں کی شہادت قبول کی جائے گی اور حد جاری ہو سکتی ہے۔
(۳) مجرم کا اعتراف بھی موجب حد ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ کم از کم دو مرتبہ اقرار کرے۔

(۴) اقرار کے باوجود اگر ملزم اپنے سابقہ اعتراف سے پھر جائے تو پھر حد نہیں جاری ہوگی البتہ بصورتِ شہادات معتبرہ اس کی تعزیر ہوگی اور مال مسروقہ کی ضمان اس سے وصول کی جائے گی۔

موجب حد اور غیر موجب حد سرقے

(۱) تازہ پھل یا درخت کے پھلوں کی چوری یا دودھ، گوشت اور کھیس کی کھڑی فصل کی چوری میں قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کی سزا نہیں ہے۔

۱۔ التشریح الجنائی : ۲ : ۶۱۱ ۲۔ المغنی : ۱۰ : ۲۹۱

۳۔ ابن نجیم : البحر الرائق : ۵ : ۵۳ : طبع مصر

(۲) مصحف یا مسجد کے دروازے، سونے کی صلیب یا شطرنج کی چوری پر بھی قطع ید نہیں ہے۔ ۱۷

(۳) شکاری کتے کی چوری پر قطع ید نہیں ہے۔ ۱۸

(۴) خیانت کرنے، کوئی مال چھین لینے یا اچک لینے پر حد نہیں ہے، تعزیر ہوگی۔ ۱۹

(۵) سونے چاندی، آنوس، صندل اور جواہرات کی چوری پر حد جاری ہوگی۔ ۲۰

(۶) قیمتی برتن اور قیمتی لکڑی کے دروازوں کی چوری پر حد جاری ہوگی ۲۱

(۷) قریب ترین اعداء مثلاً بھائی، باپ، بیوی، شوہر، داماد اور سسر کے مال کی چوری پر قطع ید نہیں ہوگا۔ ۲۲

(۸) مال غنیمت سے (تقسیم سے پہلے) یا حرام سے چوری پر قطع نہیں ہے۔ ۲۳

(۹) اگر مسجد میں کسی نے اپنا مال رکھا اور وہاں صاحب مال موجود تھا تو اس کی چوری پر قطع ید ہوگا۔ ۲۴

(۱۰) بیت المال سے چوری پر قطع ید نہیں ہے۔ ۲۵

(۱۱) چوری کرنے کے بعد اگر چور مال مسروقہ گھر سے باہر نہ لے جاسکا اور مکان سے نکلنے سے پہلے ہی پکڑا گیا تو قطع نہیں ہے۔ ۲۶

(۱۲) اگر کسی نے چوری کی لیکن معاملہ عدالت میں جانے سے پہلے اس مال

۱۷ البحر الرائق، ص ۵۴ ۱۸ البحر الرائق، ص ۵۵ ۱۹ س ۵۶

۲۰ البحر الرائق، ص ۵۵ ۲۱ البحر الرائق، ص ۵۶ ۲۲ ایضاً

۲۳ ایضاً ۲۴ ایضاً

۲۵ ایضاً

۲۶ شرح فتح القدير، ص ۲۳۵

۲۷ ایضاً، ص ۲۴۳

مسروقہ کو واپس کر دیا تو قطع نہیں ہوگا۔
 (۱۳) کسی چور پر چوری کا جرم ثابت ہو گیا اور حاکم نے قطع کا حکم بھی کر دیا لیکن صاحب مال نے کہا کہ میں نے اپنا مال اس کو ہبہ کر دیا۔ یہ کہہ کر وہ مال مسروقہ سے دے بھی دیا تو قطع نہیں ہوگا۔

کیفیت قطع

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پہلی چوری پر داہنا ہاتھ پنچوں سے کاٹ دیا جائے گا پھر اگر دوسری مرتبہ بھی چوری کرے تو بائیں پاؤں تارے سے کاٹا جائے گا پھر اگر تیسری مرتبہ اسی جرم کا ارتکاب کرے تو کچھ نہیں کاٹا جائے گا پھر اُسے اُس وقت تک کے لئے جیل میں بند کر دیا جائے گا جتنک کہ وہ توبہ نہ کر لے یا مرنے جائے۔

برائے زمانے میں قطع کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ہاتھ کاٹتے اس کے بعد داغ کو خون بند کر دیتے تھے۔ آجکل خون بند کرنے کے بہت سے طریقے رائج ہیں اسلئے داغ ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ہاتھ کو کاٹنے سے پہلے انجکشن لگا کر ہاتھ کو سُن کر دیا جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
 اگر ملزم پر کئی چوریاں ثابت ہو جائیں تو بھی ایک ہی ہاتھ کاٹا جائیگا۔

حرابہ (رہزنی)

چوری اور رہزنی بظاہر ایک سی چیزیں معلوم ہوتی ہیں لیکن ان میں

۲۵۴ شرح فتح القدیر : ۱ ص

۲۵۵ ۱۲ : ۱

۲۵۶ ایضاً : ۲ : ۱

۲۵۷ التشریع الجنائی : ۲ : ۱

فرق ہے۔ چوری کہتے ہیں کسی کے مال کو خفیہ طور پر لے لینے کو۔ اور رہزنی، غلبہ حاصل کر کے کسی کے مال کو لوٹنے کے ارادے سے نکلنے کو کہتے ہیں۔ لہذا چوری کی بنیاد کسی کے مال کو لے لینے پر ہے اور رہزنی کی مال لوٹنے کے لئے نکلنے پر خواہ مال لے یا نہ لے۔

رہزنی کے ضمن میں مندرجہ ذیل چار صورتیں آتی ہیں۔

(۱) لوگوں کو مغلوب کر کے مال لوٹنے کے لئے نکلا اور دہشت پھیلا دی لیکن نہ کسی کا مال لوٹا اور نہ کسی کو قتل کیا۔

(۲) لوگوں کو مغلوب کر کے اُن کا مال لوٹنے کے لئے نکلا اور مال لوٹ بھی لیا لیکن کسی کو قتل نہیں کیا۔

(۳) لوگوں کو مغلوب کر کے مال لوٹنے کے لئے نکلا اور بعض افراد کو قتل کر دیا لیکن مال نہیں لوٹا۔

(۴) لوگوں کو مغلوب کر کے مال لوٹنے کے لئے نکلا اور مال بھی لوٹا اور بعض کو قتل بھی کیا۔

ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لوگوں کو مغلوب کر کے ان کا مال لے لینے کے ارادے سے تو ضرور نکلا لیکن نہ اس نے راستے کو مخدوش بنایا نہ دہشت گردی کی نہ کسی کا مال لیا اور نہ کسی کو قتل کیا۔ یہ صورت رہزنی سے خارج ہے۔ لیکن محض بُرے ارادے سے نکلنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اس لئے اگر بدعتی ثابت ہو تو ایسا شخص لائق تضریر ہے۔

اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ”حزبہ“ شہر سے باہر تخریف کے لئے اسلحے کی نمائش کو کہتے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسلحہ دکھا کر اور رت دلا کر اگر کسی کا مال لوٹا جائے تو وہ حزبہ (رہزنی) ہے خواہ آبادی میں ایسا

کیا پہلے یا آبادی سے باہر
امام شافعی فرماتے ہیں کہ حرا بہ (ربہ زنی) کے لئے اظہار تورات ضروری
ہے اور ایسا زیادہ تر آبادی کے باہر ہی ہو سکتا ہے۔
امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ شہر میں تو حرا بہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لہ
حرا بہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا
أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ
أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ
أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ
جُزْءٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِيمٌ (المائدہ ۳۳)

”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے
لڑتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے کو
دوڑتے پھرتے ہیں ایسے لوگوں کی میں یہی جزا
ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے
جائیں یا ان میں سے ہر ایک کا ایک طرف
کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے
یا شہر بدر کر دئے جائیں۔ یہ سزا ان کے لئے
دنیا میں سخت رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا

ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔“

ربہ زنیوں کو قرآن کریم میں ”مُحَارِبٌ بِاللَّهِ“ کے نام سے یاد کیا گیا ہے
اس لئے کہ مسافر تو محض اللہ تعالیٰ کی قزاقی پر اعتماد کر کے گھر سے نکلتا ہے
سو جو شخص اس اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش کرے وہ گویا اللہ تعالیٰ سے
جنگ کرنے نکلا۔ اس لئے مذکورہ بالا چاروں صورتوں میں شریعت نے سزائیں
متعین کی ہیں۔

صورتِ اول میں حکم ہے کہ ایسے شخص یا اشخاص کو اس وقت تک متقیہ
رکھا جائے جب تک کہ وہ صدقِ دل سے توبہ نہ کر لیں۔
صورتِ دوم میں لوٹے ہوئے مال کی مقدار نہ کیجی جائے گی اگر لوٹا ہوا

لے ابن رشد : ہدایۃ الخیر : ۲۱ : ۴۵۵ طبع مصر

مال اتنا تھا کہ رہزنوں کی جماعت کے تمام افراد پر برابر برابرتقسیم کرنے سے ہر ایک کے حصے میں دس درہم یا اس سے زیادہ آتے یا کٹے ہوئے مال و اسباب کی قیمت کو برابر برابر تقسیم کرنے کی صورت میں دس درہم یا اس سے زیادہ ہوتی تو ہر رہزن کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹ دیا جائے گا۔

تیسری صورت میں حکم تمام رہزنوں کو قتل کرادے گا۔

اور چوتھی صورت میں حکم کو اختیار ہے اگر چاہے تو ان کا ایک ہاتھ اور پیر کٹوا کر انہیں قتل کرادے اور سُولی دلوادے۔ یا اگر چاہے تو صرف قتل ہی کروا دے یا صرف سُولی ہی پر چڑھا دے۔ یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کا ہے لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسرائیں نہ دیجائیں۔ لہذا ان کے نزدیک ہاتھ پیر کٹوانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف سُولی پر چڑھا دیا جائے یا قتل کرادیا جائے اور اگر ہاتھ پیر کٹوائے جائیں تو پھر نہ قتل کرایا جائے اور نہ سُولی پر چڑھا یا جائے بلکہ پھانسی دیتے وقت یہ بھی ضروری ہے کہ مصلوب کی موت کا اطمینان کر لیا جائے۔ یا تو اس کی رگیں کاٹ دیجائیں یا پیٹ چاک کر دیا جائے تاکہ اس کی موت کا مکمل یقین ہو جائے۔

لاٹھی، پتھر، دھاردار آلے میں سے ہر ایک کے ذریعے قتل کو ایک ہی حیثیت حاصل ہے اور سب پر ایک ہی حکم جاری ہوگا۔

اگر رہزن نے نہ تو مسافر کو قتل کیا اور نہ اس کا مال چھینا البتہ اسے زخمی کیا تو اس صورت میں قرآن کے اصولوں کے مطابق اس زخم کا قتل احصا کیا جائے گا۔

اگر رہزنوں کی جماعت میں کوئی نابالغ بچہ بھی شریک تھا یا ان میں سے

۱۰ شرح فتح القدر : ۴ : ۲۲۸

۱۱ البصائر ص ۲۰۱

۱۲ البصائر

کوئی شخص پاگل مٹھایا لوٹے جانے والے مسافروں کا کوئی قریب ترین عزیز یا
 رہزنوں سے حد ساقط ہو جائے گی یہ
 پھانسی پانے والے رہزن کی لاش کو تین دنوں تک پھانسی کے تختے پر
 چھوڑ دینا چاہئے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔

بغاوت

بغی لغت میں کسی شے کے طالب کرنے کو کہتے ہیں۔ عرف میں حرام
 چیز کو ظلم و جور سے حاصل کرنے کی کوشش بغی کہی جاتی ہے اور یہ حرام ہے۔
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”آپ فرمادیجئے بس میرے رب نے تو تمام فحش
 کاموں کو نواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ اور ہر
 گناہ کی بات کو حرام کیا ہے اور ناحق کی بغاوت
 کو حرام کیا ہے۔“

بغاوت کی تعریف میں علمائے فقہ کا اختلاف ہے۔
 مالکیہ فرماتے ہیں کہ بغاوت قائم بالامر امام کی جائز باتوں میں طاقت کے
 بل بوتے پر نافرمانی کو کہتے ہیں۔
 احناف کے نزدیک بغاوت امام برحق کی اطاعت سے ناحق خروج
 کرنے کو کہتے ہیں۔

شوافع کہتے ہیں کہ بغاوت مسلمانوں کا برحق حاکم کے خلاف اٹھ کھڑا
 ہونا۔ ترک انقیاد اور اظہار قوت کا نام ہے خواہ باغی کلمی قسم کی تاویل یا توجیہ

۱۔ شرح فتح القدیر : ۴/ ۲۴۴ ۲۔ البحر الرائق : ۵/ ۴۸
 ۳۔ الشریع النجاشی : ۲/ ۴۴۳
 ۴۔ شرح فتح القدیر : ۴/ ۴۸ ۵۔ ایضاً رد المحتار : ۳/ ۲۶

کریں یہ

خاتمہ کہتے ہیں کہ امام خواہ غیر عادل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی طاقت کے بل بوتے پر اس کی اطاعت سے خروج بغاوت ہے۔

بغاوت کے بارے میں احادیث | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے خلاف خروج اور بغاوت کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

عن عروجة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "انه سيكون هنات وهنات فمن اراد ان يفوق امر هذه الامة وهى جبيه فاضربوه بالسيف كاشا ما كان ثم

"ببینک (میرے بعد) بہت سے شرور ہوں گے لہذا امت کے کسی ایک بات پر متفق ہو جانے کے بعد جو آدمی اس میں تفریق پیدا کرنے کا ارادہ کرے اسے تلوار سے قتل کر دو خواہ جو بھی ہو"

حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے:

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال خيار ائمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم وتصلون عليهم • يصلون عليكم وشوار ائمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم قال قلنا يا رسول الله افلا تباذهم عنه ذلك قال لا ما اقاہ وافيكم الصلوة الامن وثى عليه وال فراء شيسا

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جو تم سے محبت کریں اور تم ان سے محبت کرو تم ان کے لئے دعائے خیر کرو وہ تمہارے لئے دعائے خیر کریں۔ اور بدترین حکام وہ ہیں جو تم ان سے بغض رکھو اور وہ تم سے نفرت کریں تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے دریافت کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم ان سے جنگ کر کے

۱۔ التشریع الجنائی : ۲ : ۶۶۳ ۲۔ ایضاً : ص ۶۶۴

۳۔ المنہجی : مشکوٰۃ المصابیح : ۲ : ۳۱۹ : طبع دمشق

مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ فَلْيَكُونِ مَا يَأْتِي مِنَ
مَعْصِيَةِ اللَّهِ يَتَّبِعُونَ يَدَا مِنْ طَاعَةِ

انہیں بتاؤں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”نہیں
جتنک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں
تم ایسا نہیں کر سکتے البتہ اگر کسی کے اوپر کوئی حاکم ہو
جائے اور وہ اس حاکم کو کوئی معصیت کرتے ہوئے
دیکھے تو اسے چاہئے کہ اس معصیت سے نفرت
کرتا رہے پھر بھی اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے
(یعنی بغاوت کرنے سے حتیٰ الوسع گریز کرے)“

حضرت عرفجہ کی ایک روایت میں ہے:

”انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم

قال سمعت رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے
کہ ”جب تم کسی ایک آدمی کی خدمت پر جمع ہو
جاؤ اور اس کے بعد تمہارے پاس کوئی ایسا شخص
آئے جو تمہاری لامٹھی (طاقت) کو توڑنا چاہے
یا تمہاری جماعت کو منتشر کرنا چاہے تو ایسے شخص
کو قتل کر دو۔“

صلی اللہ علیہ وسلم یقول: **مَنْ** اَنَاكُمْ
وَامْرَكُمْ جَمِيعًا عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يَرِيدُ
اَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ اَوْ يَفْرِقَ جَمَاعَتَكُمْ
فَاَقْتُلُوهُ۔

(دواہ مسلم)

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ بغاوت کی سزا قتل ہے۔

البتہ یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ معصیت میں حاکم کی اطاعت نہ کرنا
بغاوت نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ اس کی اطاعت نہ کی جائے۔ حاکم کی اطاعت
صرف ان امور میں واجب ہے جو شرعاً جائز ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے۔

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت

عمر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہما قال

”الشوكوت في حق من يميل الاوطار“

۳۱۹ : ۲

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
والسمع والطاعة على المرء المسلم
فيما أحب ذكره بالم يؤمر بمعية
فانما امر بمعية فلا سمع ولا طاعة
متفق عليه له

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
”مسلمان پر حاکم کا حکم سننا اور اس کی اطاعت
واجب ہے خواہ وہ (اس حکم کو) پسند کرے یا
ناپسند کرے جب تک کہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا
جائے لیکن جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے
تو پھر نہ اس حکم کو سننا چاہئے اور نہ اس کی اطاعت
کرنی چاہئے۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے
روایت کیا ہے۔

ابن التین نے علامہ واوودی کے حوالے سے ظالم حکام کے بارے میں
یہ قول نقل کیا ہے :-

الذی علیہ العلماء فی امراء الجور
انه ان قدر علی خلعه بغیر فتنه
ولا ظلم وجب والا فالواجب الصبر

”ظالم حکمرانوں کے بارے میں علماء کا یہ قول ہے
کہ اگر بغیر فتنہ و فساد اور بغیر ظلم کئے ہوئے اس
کا ہٹانا ممکن ہو تو اس کا ہٹانا واجب ہے ورنہ پھر
کرنا چاہئے“ (یعنی اگر فتنے اور ظلم کا امکان ہو تو
پھر اسے معزول کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے)
لیکن اگر حاکم اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرے یا شعائر اسلامی کو پامال کرنے
لگے اور شعائر کفر کی ترویج کی کوشش کرنے لگے تو پھر اسے معزول کرنا واجب
ہے۔ شوکانی نے لکھا ہے :-

وعن بعضهم لا يجوز عقد الولاية
لفاسق ابتداء فان احدث جوراً
بعد ان كان عدلاً فاختلوا في

”بعض علماء کا خیال ہے کہ ابتداء ہی میں کسی
فاسق کو حاکم نہیں بنانا چاہئے لیکن اگر ابتدائے
حال میں وہ عادل رہا ہو اور بعد میں ظالم ہو گیا

له مشکوٰۃ : ۲ : ۳۱۵ (ومشق)

۲ الشوکانی : نیل الاوطار : ۷ : ۸۴

جولہ الخروج علیہ والصمیم المنع الا
ان یکفر فوجب الخروج علیہ لہ
تو اس کے خلاف بغاوت کرنے میں عمار کا
اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ بغاوت پھر بھی
نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ اگر وہ حاکم کفر اختیار کر لے
تو پھر اس کے خلاف بغاوت کرنا فرض ہے۔

ارکان بغاوت

ارکان بغاوت تین ہیں :- ① حاکم کے خلاف خروج کرنا۔

② خروج میں طاقت کا استعمال۔ ③ بدیہی۔ ④

حاکم کے خلاف خروج | حاکم کے خلاف خروج اس کو کہتے ہیں کہ ”حاکم
کی مخالفت کی جائے اور اسے اپنے منصب سے ہٹانے کی کوشش کی جائے۔
یا جن خداوندی یا اجتماعی یا انفرادی حقوق کا استیفاء کرنا چاہے اسے نہ کرنے
دیا جائے۔ مثلاً زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا جائے یا طاقت کے بل بوتے
پر ٹرینیں نہ چلنے دی جائیں یا قصاص لینے میں رکاوٹ پیدا کی جائے وغیرہ۔
خروج صرف یہی نہیں ہے کہ ملک کے بادشاہ، صدر مملکت، یا
وزیر اعظم کے احکام کی پر شوکت خلاف ورزی کی جائے بلکہ اگر حاکم کے نائب،
یا نمائندے کے ان جائز احکام کی بھی پر شوکت خلاف ورزی کی جائے جو اسے
اقتدار اعلیٰ سے ملے ہوں تو یہ بھی خروج میں داخل ہے۔

امراً بالمعروف ونہی عن المنکر یا قرآن وسنت کے نظام کے قیام کیلئے

لہ : الشوکانی : میل الاوطار : ۴ : ۸۴ : ۲ : ۲۶۴

لہ : لیکن ان معاملات میں بھی یہ بات مدنظر رکھنی ہوگی کہ حاکم حاکم خلاف شریعت نہ ہو۔ کیونکہ اگر
ایکے احکام خلاف شریعت ہوں گے تو پھر نہ سمجھنا واجب ہے اور نہ طاعت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا ہے لا طاعة لخلق فی معصیۃ الخالق ”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بات میں کسی بھی مخلوق کو

پر امن جدوجہد یا عادلانہ نظام کو قائم کرنے کی آئینی کوشش خروج میں داخل نہیں ہے اور نہ اسے بغاوت کا نام دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ باغی تو وہ ہیں جو اسکی مخالفت کریں لہذا اگر مخالفین ان باتوں کو روکنے کے لئے طاقت استعمال کریں اور قرآن و سنت کے داعی اپنا دفاع کریں تو وہ برحق مانے جائیں گے۔

(۲) طاقت کا استعمال | خروج یا بغاوت کا اہم عنصر طاقت کا استعمال ہے۔ لہذا اگر خروج بلا طاقت کے استعمال کے ہو تو اسے بغاوت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً خلیفہ کی بیعت نہ کرنا (یا آجکل کجور میں ووٹ نہ دینا)۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ کئی مہینوں کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ یا مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔

نواہج کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ایک فرمان اپنے عمال کے نام روانہ فرمایا تھا۔ اس کا خلاصہ اسلئے درج ذیل کیا جاتا ہے کہ اس سے بغاوت یا بدعنوانیوں کے بارے میں سلف صالحین کا نظریہ زیادہ واضح ہو جائے گا (انتشار اللہ العزیز)

”اگر نواہج کا خیال ہے کہ وہ حاکم کے خلاف فساد پھیلانے بغیر اور ذمیوں کو نقصان پہنچانے بغیر محض ملک میں گھومنا پھرنا چاہتے ہیں اور وہ رہزنی نہ کریں اور نہ مسلمان مسافروں کو دہشت زدہ کریں تو انہیں اختیار ہے کہ جہاں چاہیں جائیں۔ لیکن اگر ان کا خیال جنگ و جدال برپا کرنے کا ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں اختلال پیدا کرنے کے وہ خواب دیکھ رہے ہیں تو خدا کی قسم میں ان کا خون بہاؤں گا جس سے مقصد صرف رضائے خداوندی کا حصول ہوگا۔“

۱۔ الحلی : ۱۱ : ۹۸

۲۔ التشریح الجنائی : ۲ : ۴۸۴

۳۔ ایضاً ص ۴۸۸

منہ رجب ذیل واقعہ بھی طاقت کے استعمال کو بغاوت کا اہم عنصر ثابت کرتا ہے۔

”حضرتؑ سے روایت ہے کہ ایک دن وہ مسجد کوفہ میں داخل ہوئے تو وہاں انہوں نے پانچ آدمیوں کو دیکھا کہ وہ بیٹھے حضرت علیؑ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ حضرت علیؑ کو ضرور بالضرور قتل کروں گا۔ حضرتؑ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں اس کو چپٹے کیا اور اس کے سانہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ تب میں اسے پکڑ کر حضرتؑ علیؑ کے پاس لایا اور اُن سے عرض کیا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے قتل کرنے کا عہد کر رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ”اچھا! تو کون ہے؟“ اُس نے اپنا نام منقری بتایا۔ تب آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ جانے دو۔ میں نے کہا ”جناب! کیا میں اسے جانے دوں حالانکہ اُس نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو قتل کرنے کا عہد کیا ہے؟“ آپ نے فرمایا ”بھائی! تم کیا چاہتے ہو کیا میں اسے اپنے قتل کرنے سے پہلے ہی قتل کر دوں؟“ لہٰذا یعنی جب تک یہ طاقت استعمال نہ کرے میں اس کے خلاف طاقت کیسے استعمال کر سکتا ہوں؟

غالباً اسی بنیاد پر امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ اگر باغی کسی جگہ جمع ہو کر مسلح بغاوت کا مشورہ بھی کر رہے ہوں تب بھی جتن تک وہ طاقت کا استعمال نہ کریں اُن کے خلاف طاقت کا استعمال درست نہیں لیکن احناف کے عالم اہل خواہر زادہ فرماتے ہیں کہ فتنے کو فرو کرنے، خیرِ یزیدی بچانے اور امن عامہ کو تباہی سے محفوظ رکھنے کے لئے اگر حاکم مسلح بغاوت شروع ہونے سے پہلے ہی کارروائی شروع کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ اسے حتمی طور پر یہ بات معلوم ہو گئی ہو کہ بہت

۱۔ شرح فتح القدیر ۴: ۴۰۹

بلکہ متحہ بغاوت شروع ہوئی اور اس مقصد کے لئے مسلح باغیوں کی بڑی جماعت جنگی ساز و سامان سے لیس ہو کر ایک جگہ جمع ہو چکی ہے۔ لہٰذا کیونکہ اس بات کا توئی امکان ہے کہ آئندہ ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ بغاوت کنٹرول سے باہر ہو جائے یا بغاوت فرد کرنے کے لئے بہت زیادہ خوں ریزی کرنا پڑے نیز یہ بھی امکان ہے کہ باغیوں پر بغاوت شروع کرنے سے پہلے ہی قابو پا لیا جائے اور وہ توبہ کر لیں تو پہلے ہی کارروائی مفید ہے۔

(۳) **بذمتی** | جرم ثابت ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ باغی یا باغیوں کی بذمتی بھی ثابت ہو۔

مثلاً یہ ثابت ہو کہ باغیوں نے حاکم برحق کو معزول کرنے کیلئے طاقت استعمال کی یا پُر شوکت طور پر اس کی اطاعت سے انکار کیا۔ یا جو شرعی احکام نافذ کرنا چاہتا ہے ان کے نفاذ میں بزرور کاوٹ پیدا کی۔ اگر یہ باتیں ثابت ہو جائیں تو انہیں باغی قرار دیکر ان پر حد جاری کی جائے گی

اجرائے حد

باغیوں کی چار قسمیں ہیں۔
(۱) ایک تو وہ باغی جنہوں نے بغیر کسی تاویل (شرعی بنیاد) کے امام برحق کے خلاف خروج کیا ہو خواہ ان کا خروج طاقت کے بل بوتے پر ہو یا بلا طاقت کے انہوں نے لوگوں کا مال لوٹا ہو انہیں قتل کیا ہو، راستے کو منحدر و ش بنایا ہو اور رہزنی کی ہو ان کو رہزنوں کی سزا دی جائے گی جو پہلے گزر چکی ہے۔
(۲) دوسرے وہ لوگ جنہوں نے طاقت کی بنیاد پر تو خروج نہ کیا ہو البتہ

۱۔ شرح فتح القدیر : ص ۱۰

۲۔ التشریع الجنائی : ۲ : ۲۹۶

انہوں نے اپنے باغیانہ اقدامات کے لئے شرعی تاویل گھڑ لی ہو۔ ان کا حکم بھی رہزنوں کا ہے کہ اگر انہوں نے قتل کیا ہو گا تو قتل کئے جائیں گے اور انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ اور اگر مال لوٹا ہو گا تو ان کا دابنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔

(۳۳) تیسرے وہ باغی جو طاقت استعمال کرتے ہوں ان کی اپنی طاقتور جماعت ہو اور جماعتی حمیت بھی ہو۔ انہوں نے بغاوت کے لئے شرعی جواز بھی گھڑ لیا ہو۔ مثلاً خوارج جنہوں نے مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے، ان کی تکفیر کی، ان کا مال لوٹا، ان کی عورتوں کو بائری بنالیا اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر قرار دیا (لعوذ باللہ من ذلک) انہیں جمہور علمائے فقہ نے باغیوں میں شمار کیا اور ان سے قتال کر کے انہیں ختم کر دینے کا حکم دیا ہے۔ البتہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ انہیں توبہ کے لئے کہا جائے گا۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں تو خیر، ورنہ انہیں ان کا فساد دفع کرنے کی غرض سے قتل کر دیا جائے گا۔

(۳۴) اور چوتھے وہ باغی جنہوں نے امام برحق کے خلاف خروج کیا ہو۔ لیکن ان کا رویہ وہ نہ ہو جو خوارج کا تھا لیکن وہ نہ مسلمانوں کی جان و مال کو مباح کریں اور نہ ان کی عورتوں بچوں کو لونڈی غلام بنائیں بلکہ ان کی بغاوت کی نوعیت خالص سیاسی ہو۔ سو ان کے ساتھ حاکم برحق کو مذاکرات کر کے ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر وہ مطمئن ہو کر اپنی تخریبی سرگرمیاں بند کر دیں تو ٹھیک ورنہ انہیں باغی قرار دے کر ان کا قتل قمع کیا جائے۔

مذکورہ بالا چاروں اقسام کے باغیوں کے خلاف اقدام کرنے سے

فصل ضروری ہے کہ حاکم برحق انہیں جماعت کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہائیں کا ازالہ کرے۔ کیونکہ حضرت علیؑ نے خوارج کیساتھ یہی کیا تھا۔ البتہ اگر وہ سمجھانے بچھانے کے باوجود نہ مانیں اور اپنی تخریبی سرگرمیاں جاری رکھیں تو پھر ان سے قتال کیا جائے گا۔

حاکم برحق کو اس بات کا بھی اختیار ہے کہ باغیوں کی جائداد و اسباب پر قبضہ کر لے اور اس وقت تک اسے واکزار نہ کرے جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں۔

ازتداد

ازتداد لغت میں کوٹنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں ازتداد اسلام سے لوٹ جانے یا اسلام کو چھوڑ دینے کے معنی میں آتا ہے۔
ارکان ازتداد ازتداد کے دو ارکان ہیں :-
 ① رجوع عن الاسلام ② بدیعتی ۔

رجوع عن الاسلام رجوع عن الاسلام میں طریقوں پر ہو سکتا ہے :

(الف) عملاً (ب) قولاً (ج) اعتقاداً
 (الف) عملاً - مثلاً ایسے اعمال کا ارتکاب کرنا جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہو انہیں (جان بوجھ کر) حلال سمجھ کر یا اسلامی اصولوں کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے یا غنادیں کرے اور مقصود دین و اقدار دینی کا استخفاف ہو مثلاً بتوں کو سجدہ کرنا۔ سورج یا چاند کو سجدہ کرنا۔ قرآن و حدیث کو

۱۔ شرح فتح القدیر ۱۱ ص ۴۰۹

۲۔ ایضاً : ۴ : ۴۱۳

۳۔ التشریح الجبائی : ۲ : ۴۰۴

۴۔ ایضاً

کو گندگی میں (عیاذ باللہ) پھینک دینا، یا انہیں پاؤں سے روندنا۔ یا یہ جاننے کے باوجود کہ شراب خوری اور زنا کاری حرام ہے، علانیہ شہر آشوبی کرنا اور زنا کاری کا ارتکاب کرنا۔ اسی طرح جان بوجھ کر خنزیر کا گوشت کھانا اور اس کو سلال سمجھنا۔ یا جیسا کہ ابو جندل کے شراب کو حلال سمجھنے کا واقعہ گزر چکا ہے یا نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا یہ سوا اگر ان اعمال کا صدور ایسے شخص سے ہو جو نو مسلم ہے اور اس کے بارے میں گمان ہو کہ پوری طرح حقیقت حال سے واقف نہ ہو گا تو فوراً اس کی تکفیر نہ کی جائے بلکہ اولہ شرعیہ کے ذریعہ اسے قائل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر وہ تواتر دلائل و براہین کے باوجود اپنے انکار اور دین و اقدار دین کے استخفاف پر ڈٹا رہے تو اسے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس طرح کے اقدامات ایسے شخص سے صادر ہوں جو دینی احکام سے حسب ضرورت واقف ہو اور آبائی طور پر مسلمان ہو تو فوراً اس کی تکفیر کر دی جائے گی یہ

(ب) قولاً کلمہ کفر کہنے اور اس پر اصرار کرنے سے بھی آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کرنا۔ یا اس کی وحدانیت کا انکار کر کے کسی اور کو الوہیت میں شریک کرنا۔ یا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا یا بیوی ثابت کرنا۔ یا نبوت کا دعویٰ کرنا۔ یا قادیانیوں کی طرح ختم نبوت کا انکار کرنا یا مدعی نبوت کی تصدیق کرنا یا مدعی نبوت کو صاحب، مجتہد یا مصلح ماننا۔ (جیسا کہ لاہوری قادیانی مرزا غلام احمد کو مانتے ہیں) یا انبیاء میں سے کسی نبی کی نبوت کا انکار کرنا۔ تمام ملائکہ یا کسی ایک فرشتے کا انکار کرنا، یا قرآن کا انکار کرنا یا قرآن میں کسی تحریف کا اقرار کرنا، حیات بعد الموت کا انکار کلمہ شہادت کا انکار یا اسلام سے برأت کا اظہار، یا یہ کہنا کہ شریعت اسلامی کے

۱۰ الشریع الجنائی ۲ : ۴۰۴

۱۱ ایضاً
۱۲ ایضاً المغنی ۱۰ : ۸۵

احکام دائمی نہیں ہیں بلکہ ایک خاص وقت کے لئے آئے تھے جو وقت گزرنے کے بعد باطل ہو گئے۔ یا یہ کہنا کہ اسلامی قوانین ہمارے زمانے کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہیں اور ہمارے خود ساختہ قوانین ان سے بہتر ہیں۔

یہ ساری صورتیں قولی ارتداد کی ہیں۔ ان باتوں کے کہنے والے تحقیق کی جائے گی اور اس سے توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک۔ ورنہ اسے مرتد قرار دے کر اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔

(ج) اعتقاداً: ایسے عقائد اختیار کرنے سے جو اسلام کے منافی ہوں آدمی مرتد ہو جاتا ہے مثلاً قدم عالم کا عقیدہ رکھنا یا خالق و مخلوق کا اتحاد ماننا، یا تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھنا۔ یا یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن منزل من اللہ نہیں ہے یا (نعمو باللہ) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق نہیں ہیں یا یہ کہ حضرت علیؓ اللہ اور معبود ہیں یا یہ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں یا رسول سے افضل یا رسول کے برابر ہیں۔ یا یہ نظریہ رکھنا کہ جب تک موجودہ دور کے مسلمان اسلام سے جان نہیں چھڑائیں گے وہ ترقی نہیں کر سکتے۔ ارتداد و اعتقاد میں یہ ضروری ہے کہ اس کے اعتقاد کا اس کے عمل اور قول میں اظہار بھی ہوتا رہے۔ کیونکہ اگر کسی کے قلب میں مختلف قسم کے منافی اسلام وسوسے پیدا ہوتے ہوں تو ان پر محاسبہ نہیں ہے۔

سحر کے احکام | فقہار کی اکثریت سحر کے مؤثر ہونے کی قائل ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ سحر سیکھنا یا سکھانا حرام ہے اور اس کو جانور سمجھنا کفر ہے۔ لہٰذا اس لئے سارے توبہ کرائی جائے گی۔ سو اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ اس پر حد ارتداد (قتل) جاری کر دی جائے گی حضرت

۱۔ التشریع الجنائی ۲: ۱۰

۲۔ ایضاً

۳۔ المعنی ۱۱۴

جندب بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 ”الساح وضرجه بالسيف“ ”ساحر کی حد یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل
 کر دیا جائے۔“

مرفوع الغلم کا ارتداد | اگر کوئی دیوانہ شخص مرتد ہو جائے تو اس پر حد نہیں
 ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”رفع القلم عن ثلاث عن الصبي“ ”تین آدمیوں سے قلم اٹھایا گیا ہے،
 (قابل مواخذہ نہیں ہیں) (نا سمجھ بچہ جن تک کہ
 بالغ نہ ہو جائے۔ سونے والا شخص جن تک کہ وہ
 بیدار نہ ہو جائے اور پاگل جن تک کہ وہ صحیح دماغ نہ ہو جائے۔“

اسی طرح نشے کی حالت میں صادر ہونے والے ارتداد کا بھی اعتبار
 نہیں اور نہ اس پر حد ارتداد ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک سمجھدار بچے کا ارتداد قابل اعتبار ہے
 اس کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جن تک بچہ بالغ
 نہ ہو جائے اس کے ارتداد کا اعتبار نہیں ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک یہی ہے جو
 امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر سمجھدار بچے کا اسلام قابل
 اعتبار ہے تو اس کا ارتداد کیوں قابل اعتبار نہیں ہو گا۔

اہلسنت والجماعت، شیعہ زیدیہ اور اصحاب ظواہر سب کا اس مسئلے
 پر اتفاق ہے کہ اگر بالجبر کسی کی زبان سے کلمہ کفر ادا کرایا جائے یا اعمال کفریہ
 انجام دلائے جائیں تو وہ شخص کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارتداد ہے
 ”لَا مَنَّا أَكْرَهُ وَقَدْ بُدِّئَ مُطْلَقِينَ بِالْإِيمَانِ“ ”مگر اس پر عقاب نہیں لاجس پر جبر کیا جائے (اور

۱۔ التشریع الجنائی ۱، ۲، ۳، ۴

۲۔ شرح فتح القدیر ۱، ۲، ۳، ۴

۳۔ الشرح الكبير على المتفيع ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳

وہ کفر کی بات کہہ دے) حالانکہ اس کا دل ایمان

(البطل - ۱۰۶)

پر قائم ہوئے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
”میری امت کی بھول چوک اور ہر وہ عمل معاف ہے جو اس سے جبراً
کرایا جائے۔“ (الحديث)

(۲) بدیتی

جرم ارتداد کے صدور کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مجرم کے قول یا
عمل سے بدیتی بھی ثابت ہو۔ مثلاً اگر کسی نے کفریہ فعل کا ارتکاب کیا یا کفریہ کلمات
کہے لیکن نہ تو وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ افعال کفریہ ہیں اور نہ صحیح طور پر ان کفریہ
کلمات کے معنی ہی سے واقف تھا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اس پر
جرم ارتداد ثابت ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے ایسے کلمات کفریہ نقل کئے جنہیں
اُس نے کسی سے سنا تھا لیکن خود ان کا عقیدہ نہیں رکھتا تھا یا شدت غم اور
انتہائی خوشی کے عالم میں بے ساختہ اس کی زبان سے کلمات کفر لکل گئے تو
ان تمام صورتوں میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ اس پر جرم ارتداد ہی
ثابت ہوگا۔ ۱۰

امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر کوئی کفری
فعل استخفاف، استہزاء اور تحقیر و عناد کے طور پر کیا جاوے تو ایسے شخص کو
”کہا جائے گا۔ ۱۱

اسی طرح اگر مذاق میں بھی کوئی شخص کوئی کفریہ کلمہ کہے تو امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک اسے کافر قرار دیا جائے گا۔

حد ارتداد

مرتد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا
مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ
وَلَا يَكُنْ مَرَّةً شَرَحًا بِالْكَفْرِ صَدْرًا
فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ
(النحل - ۱۰۶)

”جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے
بعد اس کے ساتھ کفر کرے مگر یہ کہ اس پر
جبر کیا جائے اور وہ مجبوراً (محض زبان سے
کفر کی بات کہہ دے بشرطیکہ) اس کا دل
ایمان پر قائم ہو تو اس پر کوئی مواخذہ
نہیں لیکن جو شخص کثادہ دلی کے ساتھ اللہ
کے ساتھ کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا
غضب ہوگا اور ان کو بڑا عذاب دیا جائیگا۔“

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے :-

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا
الزَّكٰوةَ فَارْحَمُوْهُمْ فِي الدِّيْنِ وَ
نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ
وَ اِنْ تَكْفُرُوْا اِيْمَانُهُمْ مِنْۢ بَعْدِ
عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوْا فِیْ دِيْنِهِمْ
فَقَاتِلُوْا اَیْمَةَ الْكَفْرِ اِنَّهُمْ لَا
اِيْمَانَ لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ
(التوبہ - ۲)

”پھر اگر وہ کفر سے توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں
اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں
ہم اپنے احکام ان لوگوں کے لئے واضح طور پر
بیان کر رہے ہیں جو جاننے والے ہیں لیکن
اگر وہ عہد (یعنی قبول اسلام کا عہد) کرنے
کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین
پر زبان طعن دراز کریں تو پھر کفر کے سرداروں
سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی
اعتبار نہیں۔ شاید وہ اس طرح باز آجائیں۔“

ان دونوں حوالوں سے مرتد کی حیثیت اور اس کے بارے میں

قرآنی احکام واضح ہو گئے ہوں گے۔

ترنذمی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے :

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلہ
 "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے دین (اسلام) کو تبدیل کر دے اسے قتل کر دو۔"

ابوداؤد شریف میں ہے :
 عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحد رجل مسلمة فيشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا باله ثلاث الشيب الزاني والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة
 "حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی ایسے مسلمان کا خون جو اس بات کی کوہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، حلال نہیں مگر تین صورتوں میں، ایک تو شادی شدہ زانی دوسرے قصاص میں اور تیسرے اُس شخص کو جو اپنے دین (اسلام) یعنی مسلمانوں کی عبادت کو چھوڑ دے۔"

غرض کہ سننے و خلف کے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ مرتد کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔
 دیگر ائمہ کے نزدیک قتل مرتد میں عورت اور مرد کی کوئی تفریق نہیں ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ارتداد کے جرم میں عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے قید میں رکھ کر اسے دوبارہ اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ روزانہ تھوڑی دیر کے لئے اسے قید

۱۔ الترندمی : ص ۲۳۰ طبع کراچی

۲۔ ابوداؤد : ۲۰۱، ۵۹۸ طبع کاشغور

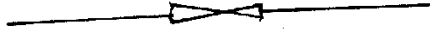
۳۔ المغنی : ۱۰۱ : ۷۴

سے باہر نکال کر اس پر اسلام پیش کیا جائے سو اگر وہ تائب ہو کر دوبارہ اسلام قبول کرے تو خیر ورنہ اسی طرح موت تک اسے قید میں رکھا جائے۔
 امام صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر عورت کو قتل کرنے سے منع فرمادیا ہے تو جب کفر اصلی میں قتل کی ممانعت ہے تو جب کفر طاری (ارتداد) میں کس طرح اسے قتل کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔
 امام مالک اور شیعہ زید یہ کے نزدیک مرتد سے توبہ کرنا واجب ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ تین دن اور تین رات اسے مہلت دی جائے اور اسے توبہ کرنے کو کہا جائے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔
 امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ توبہ کرنا ضروری نہیں ہے، منتخب ہے کیونکہ مرتد کو توبہ پہلے ہی اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے اسلئے دوبارہ اس پر اسلام پیش کرنا استحباً ہی ہو سکتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بدلتا کافین حکم پر چھوڑ دینا چاہئے۔ سو اگر اسے امید ہو کہ دو تین دنوں تک مہلت دینے سے وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے گا تو اسے مہلت دے سکتا ہے لیکن اگر وہ اس کے اسلام لانے سے ناامید ہو تو اسے بروقت قتل کر دینے کا مجاز ہے بلکہ

مرتد ہوتے ہی اس کی ماری ملکیتیں اس کی ملک سے نکل جائیں گی۔ سو اگر بعد میں وہ توبہ کرے تو اس کی ملکیت لوٹ آئے گی اور اگر اس نے توبہ نہ کی وہ قتل کر دیا یا تو حالت اسلام میں جو کچھ اس نے کما یا تھا یا جائداد یا مائی حق سب کی سب اس کے مسلمان دشمن کے مابین تقسیم کر دی جائے گی۔ اور جو اس نے ایام ارتداد میں کما یا تو اسے بحق سرکار

ضہا کر لیا جائے گا۔ لے

لیکن امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کی دونوں قسم کی میتیں اس کے مسلم و دشمن میں تقسیم کر دی جائیں گی۔
امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایام ارزادہ میں مرتد اپنے مال میں جتنے بھی تصرفات از قسم رہیں۔ وقف۔ صدقہ اور نذر وغیرہ کے کرے گا سب کے سب معلق رہیں گے۔ سو اگر وہ توبہ کر لے گا تو نافذ ہونگے ورنہ باطل قرار دے جائیں گے۔ لے



۱۰ شرح فتح القدیر : ۲ : ۳۹۱

۱۱ التشریح الجبانی : ۲ : ۷۳۰

اسلام کا نظامِ احتساب

احتساب کے لغوی معنی اجر و ثواب طلب کرنے، حساب کرنے اور نہی عن المنکر کے ہیں۔
 لغتِ اللارب میں ہے، واحتسب بكذا اجرا عند الله (مزد ثواب چشمداشت از خدا عزوجل)
 واحتسب عليه (نہی عن المنکر کرو) تاج العروس میں احتساب کے دو معنی درج ہیں (۱)
 الاحتساب طلب الاجر (۲) احتسب فلان عليه - انکر علیہ - قبیح عملہ
 دستورالاحتساب میں ہے :

سوال : احتساب از روئے لغت چند معنی دارد ؟ جواب : دو معنی دارد، یکے از حساب
 و دویم از انکار کردن بر نام شروع ہے

اصطلاح شرع میں احتساب، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں۔ المعتمد بطریقی
 البستانی نے کتاب دائرة المعارف میں احتساب کے ذیل میں لکھا ہے، الاحتساب والحجة
 فی الشرع هما الامر بالمعروف اذا ظهر تركه والنهي عن المنكر اذا ظهر فعله یہ احتساب کے حسب
 شرع میں امر بالمعروف کو کہتے ہیں جبکہ اس معروف کو لوگ ترک کر دیں اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں جبکہ لوگ اسکار تکاب کے نہ لگیں۔

(عظیم الشان)

تہ فہمی الآداب، ج ۱، صفحہ ۲۹۰ تاج العروس، ج ۱، صفحہ ۲۹۰، ہفتے خواجہ احمد محمود، دستورالاحتساب، ۳ (مظہر دیال سنگھ ٹرسٹ لاہوری)
 لفظ المعتمد بطریقی، دائرة المعارف، ۵۵۴۱۲ - طبع ایران

۵۰ ایضاً سند احمد محمود خواجہ، دستخط لاہور، ۲۰ (مخطوطہ ویال سنہ ۱۲۸۰ قمری) لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر تاکید کی گئی ہے۔

امام ابو ذر رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے: ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شہادت کیساتھ تاکید کی گئی ہے چنانچہ صحیح مسلم کتاب الایمان میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے: ”سیدہ خنساءؓ نے فرمایا: من رأی منكُم منکراً فلیغیرہ ببیدہ فان لم یستطع فبایمانہ فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعف الایمان“ تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے چاہئے کہ اپنی قوت بازو سے اسے روک دے، لیکن اگر اسے اس بات کی طاقت نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ زبان سے اسے روکے اور اگر اس کی بھی اس میں طاقت نہیں ہے تو پھر اپنے دل سے اس برائی کو برا جانے لیکن یہ ایمان کمزور ترین درجہ ہے۔“

مشکوٰۃ کی ایک روایت میں ہے: ”عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذي نفسی بیدہ لئامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر اودیو شکروا۔ اللہ ان یبعث عذابا من عنده ثم لتدعنه ولا یستجیبوا لکم“ (رواہ الترمذی)

”حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہنا۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تمہارے اوپر عذاب نازل کر دے۔ اس وقت تم دعا کرتے رہو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔“

”آخبار علوم الدین“ میں امام غزالیؒ نے حضرت ابوالدرداءؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے: ”فقد قال ابوالدرداء رضی اللہ عنہ لئامرون بالمعروف ولتنہون عن المنکر ویسلطان اللہ علیکم سلطاناً ظالماً لا یجیل کبیرکم ولا یرحم صغیرکم ویدعوا علیہ خیادکہ فلا یستجاب لہم وتتنصرون ولا تنصرون وتستغفرون فلا یعفرو لکم“

”حضرت ابوالدرداءؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے پر جو اللہ تعالیٰ تمہارا پر کسی ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کر دیکھا جو تمہارے بڑوں کی عزت کر لیکھا اور نہ چھوٹوں پر رحم کر لیکھا۔ تمہارے بیکار لوگ اس کیلئے بددعائیں کریں گے لیکن ان کی بددعائیں قبول نہیں کی جائیں گی، تم مدد چاہو گے لیکن تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔ تم مغفرت طلب کرو گے لیکن تمہاری مغفرت نہیں ہوگی۔“

اس قسم کی بے شمار احادیث و آثار موجود ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید

۱۔ صحیح مسلم شریف ۵۰۱۱، مطبوعہ مصر، ۲۔ مشکوٰۃ المصابیح ۶۴۳۱، طبع دمشق۔
۳۔ عبد السلام دارون، تہذیب اخبار علوم الدین، غزالی: ۱۱، ۳۳۲، مطبوعہ مصر۔

کی گئی ہے چنانچہ اسی بنا پر ابتدائی دور ہی سے علماء ربانی اس فریضے کو ادا کرتے رہے۔
 احمد بن ابراہیم مقرئ نے شیخ ابوالحسن نوری کا واقعہ بالتفصیل ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
 ایک دن وہ مشرعة النہامین نامی ایک گھاٹ پر وضو کرنے گئے، وہاں ایک کشتی میں تیس بڑے
 منگے رکھے ہوئے دیکھے۔ انہوں نے مزاح سے دریافت کیا کہ ان منگوں میں کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ خلیفہ
 مغضد باللہ کیلئے شراب لیجانی جا رہی ہے۔ آپ نے چھڑی، میکہ سارے منگے توڑ ڈالے۔ اُس زمانے میں
 گھاٹ کا نگران موسیٰ بن الفتح تھا۔ اُس نے شیخ ابوالحسن نوری کو گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کر دیا۔
 خلیفہ مغضد باللہ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ بات کرنے سے پہلے تلوار استعمال کرتا ہے چنانچہ
 سب کو یقین تھا کہ خلیفہ ضرور شیخ کے قتل کا حکم صادر کر دیگا۔ ابوالحسن نوری کا بیان ہے کہ جب مجھے
 اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس نے مجھ سے دریافت کیا، تم کون ہو؟ میں نے کہا "مختب"؛ اُس نے
 پوچھا "تیس مختب کس نے بنایا ہے؟" میں نے جواب دیا جس نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ یہ منکر خلیفہ سر جھکا کر
 سوچ میں پڑ گیا۔ غور ہی دیر کے بعد اُس نے سر اٹھایا اور مجھے پوچھا "اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ کام تم نے کیوں کیا؟
 میں نے جواب دیا "میں نے یہ کام تیری دوستی اور خیر خواہی میں کیا ہے میں چاہتا تھا کہ ایک ناجائز چیز
 سے مجھے روک دوں۔" بالآخر خلیفہ نے حضرت شیخ نوری کو عزت و تکریم کیساتھ رہا کر دیا۔ اس طرح کے
 سیکڑوں واقعات سے ہماری تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

احتساب عرفی | صدراؤل میں تو خلفاء اور حکام بنفس نفیس اس فریضے کو انجام دیتے تھے اور اس
 معاملے میں کسی قسم کی مداخلت کو ایک لمحے کیلئے بھی گوارا نہیں کرتے تھے، لیکن جب اسلامی حکومت کا
 دائرہ وسیع ہو گیا اور خلفاء کیلئے یہ ممکن نہ رہا کہ دور دراز علاقوں کے بسنے والوں کے حالات کی کڑنگانی
 کر سکیں، تو باقاعدہ محکمہ احتساب کی ضرورت پیش آئی۔ ابتداء میں نہ تو نفذ احتساب استعمال ہوتا تھا
 اور نہ مختب۔ بلکہ بازار کے امور کی نگرانی کیلئے ایک شخص کو حکومت کی طرف سے مقرر کر دیا جاتا جسے
 صاحب السوق یا عامل السوق کہتے تھے۔ اس شخص کے ذمے خرید و فروخت کی نگرانی، منافع غوری،
 ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، دھوکہ فریب، کم تولن، کم ناپنا، گاہکوں کیساتھ بدسلوکی، حرام اشیاء کی خرید و فروخت،
 سود غوری اور اس طرح کے نامشروع امور کی روک تھام کرنا تھا۔ خلیفہ مامون کے زمانے میں جبکہ اسلامی
 حکومت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہو چکا تھا، باقاعدہ محکمہ احتساب کا قیام عمل میں آیا۔

لے ان الاوقاف و مصالح الخیرۃ ۱۹۱۱ء ۲۳

مکمل اختیاب کے قیام کے بعد مشرق میں عامل السوق یا صاحب السوق کا حق ختم کر دیا گیا اور محتسب ہی کے ذریعے عام معاشرتی و اخلاقی دیکھ بھال کیساتھ ساتھ بازاروں کے امور کی نگرانی بھی کر دی گئی۔ خواہ اجماعی ہو تو اپنی کتاب دستورالاقتصاد میں بالتفصیل محتسب عرفی کی ذمہ داریاں لگوائی ہیں۔ مثلاً شراب کے ملکوں کو توڑ دینا، مزامیر کو توڑنا، شارع عام مالوں و زالیوں کی صفائی کی نگرانی، خوردہ فروشوں کو مجبور کرنا، کہ وہ شائع عام پر نہ بیٹھیں، آوارہ مویشیوں کو عام طور سے سڑکوں پر پھرنے سے روکنا، شہریوں کو ہلاکت کرنا کہ وہ اپنے مویشیوں کو باندھ کر رکھیں، عام راستوں پر عمارت کی تعمیر یا تنجوا زات کو روکنا، ہمسایہ کے گھر میں جھانکنے سے منع کرنا، ہمسایہ کے راستے یا روشنی کو بند کر دینے سے روکنا۔ تول کے باٹوں کی پڑتال، نوازوؤں کی پڑتال، ہٹلوں یا قبوہ خانوں کی صفائی کی نگرانی، عورتوں کو مردانہ وضع اور مردوں کو زنانہ وضع اختیار کرنے سے روکنا، برسر عام گانے بجانے یا نوچ کر نیسے منع کرنا، عید گاہ میں اگر کوئی شخص ساز لجاتے تو ان سازوں کو جلا دینا، بوتر بازی، چومر، شطرنج بازی سے منع کرنا۔ عورتوں کو بے حیائی اور نامحرموں کیساتھ اختلاط سے باز رکھنا اور ان کے والدین اور شوہروں کو تنبیہ کرنا، مردہ ہٹانے والوں کو ناکید کرنا کہ وہ شریعت کے احکام کے مطابق مردوں کو غسل دیا کریں، گوشتی یا میت کو قبرستان تک لیجانے کی بھاری اجرت وصول کر نیسے روکنا، مساجد اور عید گاہوں کی دیکھ بھال اور خصوصیت کیساتھ یہ دیکھنا کہ جمعہ یا عیدین کے موقع پر لوگ مساجد کو تجارت کی جگہ نہ بنالیں۔ یا لوگ مسجدوں میں بھیک مانگنا نہ شروع کر دیں۔ لوگوں کو گردنوں کے پھلانگنے اور مسجدوں میں قصہ گوئی کرنے سے روکنا، پاگلوں کو مسجدوں میں داخل ہونے سے روکنا، موزی ہٹا کر اور پاگل توتوں کو شہر کے گلی کوچوں میں پھرنے دینا، کم تولنے والوں کو سزا دینا، آمیزش کرنے والوں کو سزا دینا، تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے منع کرنا، مثلاً برسر عام اجنبی مردوں کا اجنبی عورتوں سے گفتگو کرنا، بت سازی سے روکنا، ساز بنانے سے منع کرنا۔ شراب فروشی سے روکنا۔ ہٹلوں اور زور کے مالکوں کو رمضان کے مہینے میں دن کی ابتدائی ساعتوں میں کھانے پکانے سے منع کرنا، عوام کو مجبور کرنا کہ وہ رمضان المبارک کے تقدس کو برقرار رکھیں اور اگر وہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ دار نہ ہوں تو بھی رمضان المبارک کا احترام کریں اور برسر عام کھانے پینے سے احتراز کریں۔ محتسب کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ وہ بزرگان دین کے مقابلہ پر ہونیوالے نامشرع امور سے روکے، مثلاً ان پر میلہ لگانا، عورتوں کا بے پردہ زیارت کیلئے آنا۔ بزرگان دین کے مقابلہ کو تفریح گاہ بنانا، یا قبرستان میں کسی شخص کا اپنی مرضی سے تصرف کرنا۔ محتسب کو چاہئے کہ وہ

بادگروں کو شہد و بازی سے روکے اور عوام کو جادو گروں، کابھوں، نجومیوں، دست شناسوں کے پاس جانیے روکے، اسی طرح حمام میں لگے جو کر نہانے سے روکے، سورتوں اور مردوں کو اکٹھا غسل کرنے سے روکے، ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت کرے لیکن انہیں مسلمانوں کی ہستی میں صانع مسلمانوں کی بائیں پسینہ، عبادت خانوں کی تعمیر اور شارع عام پر انداز کی رسوم کو بجالانے سے منع کرے، شب، برات، کی بدعتوں کو روکے، کفر کے شعار کو مسلمانوں کے گھر میں فروغ دینے سے روکے، انقطاع حمل اور مسلمانوں کو خنثی بنانے سے روکنا بھی محتسب کے فرائض میں داخل ہے۔ لوگوں کو مسجد میں ٹھہرنے سے روکنا کسی سے غیب کی باتوں کا دریافت کرنا اور پھر اس پر عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے، لہذا محتسب کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو اس کام سے منع کرے اُجڑے، لے کر مسجد میں قرآن پڑھانے سے منع کرنا چاہئے۔ اسی طرح اُستادوں کو نوروز یا مہر جان کے نام پر بچوں سے عیدی لینے سے بھی روکنا چاہئے۔

خواجہ احمد محمود اور دوسرے مشاہیر تمار نے اپنے دور کی مردہ مہنہات کو پیش نظر رکھ کر محتسب کے فرائض متناہی کئے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف انہی بزرگوں کے معین کردہ فرائض پر اکتفا کیا جائے وقت بدلتا رہتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کے تقاضے بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی معاشرہ برکت ریزی بخواتین، ترقی کے ساتھ ساتھ جرائم میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ لہذا اصول یہ ہے کہ جیسے جیسے جرائم بڑھیں ان کو روکنے کی نئی نئی تدبیریں بھی ایجاد کی جانی رہیں تاکہ معاشرے میں صلاح و فلاح کا دور دورہ ہو اور لوگ باعزت شہری کی طرح جان و مال اور عزت و آبرو کی سلامتی کے ساتھ زندگی گزریں۔

اسلامی شریعت کے نظام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اصل بھی یہی ہے بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ اس کائنات، کے خالق نے انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کیلئے جن چیزوں کو ضروری سمجھا قرآن حکیم میں ان کے کریم حکم فرمادیا اور جن اشیاء یا اُمور کو اُس نے معاشرے کیلئے تباہ کن یا مضر تصور فرمایا ان سے منع کر دیا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رحمة اللعالمین ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کی تشریح پیش فرمائی اور عملی زندگی میں ان کو نافذ کر کے دکھلادیا، اسے اگرچہ آپ سکون و مطمئن زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ اسی نظام حیات کو من کل الوتوحہ نافذ کریں جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اصول کبھی پُرانے اور ناقابل عمل نہیں ہوتے۔ وہ ہر زمانے میں لائق

کا ساتھ دیتے ہیں۔ مثلاً آج سے ہزاروں برس پہلے یہ بات تسلیم کی جاتی تھی کہ سچائی اچھی چیز ہے اور

الحمد لله رب العالمین

جھوٹ بولنا بڑی بات ہے۔ آج بھی یہ اصول اسی طرح مانا جاتا ہے۔ قرآن و سنت نے ہمیں اصول دے دیے ہیں جن کی بنیادوں پر ہم اپنے نظام زندگی کا ڈھانچہ قائم کر سکتے ہیں۔ نظام زندگی وضع کرتے وقت ہمیں پورے آزادی ہے کہ قرآن و سنت کے عطا کردہ اصولوں کی روشنی میں اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق اپنا نظام حیات وضع کریں۔ یہی طریق کار نظام احتساب کے وضع کرنے میں بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اختساب۔ مندرجہ اور قضا اگرچہ محتسب، شرط (پولیس) اور قاضی کے فرائض کی تقسیم بہت واضح نہیں ہے مگر مذکورہ بالا طریق کار سے کسی قدر ان کے فرائض متوازن کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مثلاً قضاے قاضی کیلئے ضروری تھا کہ اس کی عدالت میں کوئی مدعی کسی قسم کا دعویٰ دائر نہ کرے۔ دعویٰ دائر ہونے کے بعد قاضی ثبوت کے طور پر ضروری کاغذات یا شہادتیں طلب کرے۔ فریقین کے بیانات سننے اور پیش کردہ ثبوت کا جائزہ لینے اور حلف دینے کے بعد مقدمات کا فیصلہ کرے، لیکن محتسب کو مقدمات سننے، فیصلہ کرنے یا کوئی حکم جاری کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ بلا دعویٰ دائر ہونے اور بلا مدعی و مدعی علیہ کی موجودگی کے قاضی کسی معاملے میں ہاتھ ڈالنے کا مجاز نہیں تھا۔ لیکن جہاں بھی امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کی ضرورت پیش آتی، ہاں محتسب داخل انداز کی کرکٹا تھا اور لوگوں کو اپنے اختیار سے منہیات کے ارتکاب سے باز رکھ سکتا تھا۔ قاضی کیلئے پوری تحقیق کی ضرورت تھی، محتسب کیلئے اس قسم کی تحقیق کو ضرورت نہیں تھی، شرط (پولیس) صرف ان معاملات میں دخل دے سکتی تھی جو قابل دست اندازی پولیس ہوتے۔

محتسب کے فرائض پر گفتگو کرتے ہوئے دائرہ معارف، اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے :

”بازار کی نگرانی کے علاوہ محتسب کے وظائف کی تین قسمیں تھیں : وہ مذہبی فرائض کی انجام دہی کی دیکھ بھال کرتا تھا (نماز، زکوٰۃ، ہجرت، ایام اور مناسک، خبر گیری وغیرہ) گلیوں اور محلوں میں مددگار اور عورتوں کے درمیان شکی، اختلاف، پرہیز اور آخر میں فیصلوں کے بارے میں قانون کا مذاکرہ کرتا تھا۔ بعض مہیاں محتسبوں کے بھی حالات، ملتے ہیں جو غلط فیصلہ کریں والے قاضیوں پر نکاتہ جہتی کیا کرتے تھے اور ان علماء کی خدمت کیا کرتے تھے جن کا درس و تدریس اجماع امت کے خلاف تھا۔ اچھا ہے ان کے عظام کا تلفیق تھا۔ محتسب کا ایک بنیادی اور مستقل فرض بازار کی جانچ پڑتال کرنا تھا۔ ضرورت سے تقریر پر وانیوں میں اس امر کو صراحت ملتی ہے کہ محتسب کا کام اوزان اور پیمانوں کی دیکھ بھال ہے۔

پیچیدہ اور مختلف قسموں کے ہوتے تھے کہ ان کے ذریعے لوگوں کو دھوکا دیا جاسکتا تھا۔

”امنی بولہ محمد بن الحنفیہ، القراء المحققین، الاحکام السلطانیہ : ۲۰۰ : طبع مصر ۱۳۸۵ھ

تمام قسم کی کوتاہی اور بددیانتی پر نظر رکھنی پڑتی تھی اور ان کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا جو اشیاء صرف کی تیاری اور فروخت کے دوران میں بطور پذیر ہو سکتی تھیں۔^۱ منہار نگار آگے چل کر لکھتا ہے،

”اگر کوئی خاص عہد یا موجود نہ ہو تو محتسب سکون کو بھی پرکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ محتسب کو اہتمام کرنا پڑتا تھا کہ تاجر اور اس کے کارندے کمار سے کام نہ لیں، کلبک کو دھوکا نہ دیں اور زیادہ دام نہ لیں۔ اسے یہ بھی دیکھنا پڑتا تھا کہ سوداگر ایسا کام نہ کریں جس کا تعلق حرام سودی کاروبار سے ہو۔ محتسب عطاروں اور طبیبوں کا بھی محاسبہ کرتا تھا اور مدرسوں میں جا کر ان مدرسوں کو تنبیہ یا سزا دیتا کرتا تھا جو غیر معمولی طور پر سخت گیر ہوتے ہیں۔^۲ محتسب کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ وہ مجالس وعظ کی نگرانی کرتا رہے اور یہ دیکھتا رہے کہ واعظ اوٹ پٹا یا غلط سلاطین کہہ کر لوگوں میں گمراہی تو نہیں پھیلا رہا ہے۔ الماوردی نے حضرت علیؑ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے،

قد مر علی بن ابی طالب بالحسن البصری وهو یتیم علی الناس فاحیوہ۔ فقال له ”ما عباد الدین؟“ فقال ”الوجع“ قال ”ما آخه؟“ قال ”الطعم“ قال ”تکلم الآن ان شئت۔“ (ترجمہ) ”ایک مرتبہ حضرت حسنؑ بھری نووں کے سامنے وعظ کیا رہے تھے کہ حضرت علیؑ وہاں سے گزرے۔ آپ نے امتحان لینے کیلئے حسنؑ سے سوال کیا ”دین کا ستون کیا ہے؟ حسنؑ بھری نے فرمایا ”ورع“ پھر پوچھا کہ دین کو تیار کرنے والی کون سی چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا ”لج“۔ تب حضرت علیؑ نے فرمایا ”مٹھیک ہے، اب اگر تم وعظ چاہتے ہو تو کہو۔“

چونکہ محتسب کی ذمہ داریاں گونا گوں تھیں اور اس کا دائرہ اختیار و طرین کار مشکلات پر تھا اس لئے ہر کام کی بذات خود نگرانی نہ کر سکنے کی صورت میں اسے اس بات کا بھی اختیار تھا کہ وہ اپنے نمائندے مقرر کر دے جو ہر پیشے کے واقف کار ہوتے اور ہر مقام پر اس کی نمائندگی کے فرائض انجام دینے کے اہل ہوتے تھے۔ گوکہ محتسب، قاضی اور شرط کی ذمہ داریاں کسی قدر الگ الگ تھیں لیکن ان کے درمیان اشتراک عمل ہوا کرتا تھا۔ پھر بھی محتسب کو قاضی کا ماتحت اہل کلاہ ہی سمجھا جاتا تھا۔ شرطہ (پولیس) کا محکمہ بھی قاضی کے ماتحت تھا، لیکن شرطہ اور محتسب میں فرق یہ تھا کہ شرطہ خالص دنیوی منصب تصور کیا جاتا تھا جبکہ محتسب دنیوی امور کے ساتھ ساتھ دینی امور کی بھی دیکھ بھال کرتا تھا۔^۳

محتسب متولی اور محتسب منظور کے درمیان فرق | محتسب متولی اس کو کہتے ہیں جسے حکومت کی طرف سے احتساب کرنے کے لئے مقرر کیا جائے۔

محتسب منظور، وہ شخص جو خالصاً لوجہ اللہ اپنے طور پر امام بالمعروف و نہی عن المنکر کرے۔ حکومت

۱۔ اربعہ ائزہ و تعارف اسلامیہ، ج ۱: ۸، ۱۹۱، طبع ۱۹۵۰ء۔ ۲۔ البیہقانی، الامکار، ج ۱: ۲۴۹، مجموعہ مصر ۱۹۶۲ء۔ ۳۔ الماوردی، الحکام، ج ۱: ۱۰۰، طبع ۱۹۵۰ء۔

نے اسے اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے مقرر نہ کیا ہو۔

قاضی ابوبعلی محمد بن الحسین الفراجہ البغلی المتوفی ۴۵۸ھ نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں میں مختب متولی اور منطوع کے درمیان فرق کریوالی نو باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔^۱
(۱) یہ کہ مختب متولی پر احتساب کی ذمہ داریاں حکومت کی جانب سے عائد کی جاتی ہیں جبکہ منطوع بطور فرض کفایہ اس فریضہ کو ادا کرتا ہے۔

(۲) مختب سوائے اس فریضہ کی ادائیگی کے دوسرے مشاغل میں مصروف نہیں ہو سکتا ہے جبکہ منطوع کیلئے اس فریضہ کی ادائیگی منجملہ نوافل کے ہے اور وہ دوسرے مشاغل بھی اختیار کر سکتا ہے۔
(۳) بوقت ضرورت عوام مختب کی خدمات طلب کر سکتے ہیں جبکہ منطوع کی خدمات طلب نہیں کیا سکتیں۔
(۴) اگر لوگ مختب کی خدمات طلب کریں تو اس کا فرض ہے کہ وہ فریضہ احتساب ادا کرے لیکن منطوع پر یہ بات ماننا فرض نہیں ہے۔

(۵) مختب پر فرض ہے کہ وہ منکرات ظاہرہ کو تلاش کر کے ان کا احتساب کرے۔ اسی طرح اس پر بھی واجب ہے کہ اگر لوگ اوامر کو عہد ترک کر رہے ہوں تو ان کا پتہ لگائے اور ان کا احتساب کرے، لیکن منطوع پر نفی شخص و تلاش کی ذمہ داری نہیں ہے۔
(۶) کسی مسئلہ کو رد کرنے یا کسی معروف کو قائم کرنے کیلئے بوقت ضرورت مختب اپنے اعلان ائمہ کو بھی مامور کر سکتا ہے، کیونکہ اسی فریضہ کی انجام دہی کیلئے حکومت کی جانب سے اس کا تقرر کیا گیا ہے لیکن منطوع اعلان انصار کی جماعت کو استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ ایسا کر نیے مملکت کے انتظامی امور میں اختلال پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔
(۷) مختب حدود و جاری نہیں کر سکتا، اسلئے کہ یہ اختیار صرف قاضی کو ہے، البتہ تعزیر کر سکتا ہے لیکن منطوع کو تعزیر کا اختیار نہیں ہے۔

(۸) مختب کے بیت المال کا قاعدہ مشاہرہ بلکہ بلکہ لیکن منطوع کو مشاہرہ یا کسی قسم کی اُجرت بیت المال نہیں ملتی۔
(۹) شرعی امور کے ماسوا جوع فی امور ہیں انہیں مختب اپنے ذاتی اجتہاد سے فیصلہ کر کے ان فیصلوں کو نافذ کر سکتا ہے مثلاً کسی شخص نے شاہراہ عام پر کوئی قھرہ بنالیا یا کوئی ایسی چیز تیار کر لی جس سے راگیروں کو رکاوٹ پیش آنے کا امکان ہو اور مختب یہ سمجھتا ہے کہ اسے توڑ دینے میں اہل شہر کی بھلائی ہے تو وہ توڑ سکتا ہے لیکن منطوع اس اقدام کا مجاز نہیں ہے۔

۱۔ الفراجہ البغلی، ص ۲۰۰

۲۔ الفراجہ البغلی، ص ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱

مستحب اور منطوع کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہوئے خواجہ احمد رضا نے مزید دو نکات بیان کئے ہیں۔
سوال: اگر کوئی مسلمان کسی فاسق کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہے لیکن اسے روک نہیں سکتا تو کیا کرے؟
جواب: اگر منطوع ہے تو معذور ہے۔ اسے چاہئے کہ علماء سے مدد طلب کرے، اگر علماء توجہ نہ کریں تو وہ
گناہگار نہیں ہوگا۔ لیکن یہ نسبت متولی اگر گناہ کو دیکھ کر خاموشی سے برواشت کرتے تو گناہگار ہوگا۔
سوال: احتساب، کرناکب واجب ہوتا ہے؟

جواب: محتسب متولی پر (گناہ) کو دیکھتا ہے واجب ہو جاتا ہے اور منطوع پر اگر کتاب گناہ کے بعد۔
سوال: محتسب اگر شراب یا ساز کو ناجائز کر دے تو اس پر تاوان واجب ہوگا یا نہیں؟
جواب: اگر منطوع ہے تو واجب ہوگا اور اگر محتسب متولی ہے تو واجب نہ ہوگا۔
شرائط محتسب | امام غزالی نے اجراء العلوم میں محتسب میں پانچ شرطوں کا پابجا ضروری قرار دیا ہے۔
(۱) یہ کہ وہ مکلف ہو یعنی نابالغ، مجنون اور فاقر العقل کو محتسب نہیں بنایا جاسکتا ہے۔
(۲) یہ کہ وہ مومن ہو، اسلئے کہ کافر محتسب نہیں بن سکتا ہے۔
(۳) یہ کہ وہ صاحب عدالت ہو یعنی وہ بذاتہ خور فتن و فجور میں مبتلا نہ ہو۔
(۴) یہ کہ وہ حکومت کی طرف سے ماذون ہو (یہ شرط محتسب متولی کیلئے ہے منطوع کیلئے نہیں ہے)۔
(۵) یہ کہ اسے احکام انتساب کو نافذ کرنے پر قدرت حاصل ہو۔ اسلئے کہ جو قیادہ نہیں ہوگا وہ احتساب کیا کریگا۔

آداب محتسب | محتسب کیلئے ضروری ہے کہ وہ جن باتوں کا لوگوں کو حکم دیتا یا جن سے لوگوں کو منع کرتا ہے

”اپنے خود بھی عمل کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْمَلُونَ كَبُرَ مَا عَنِدَ اللَّهِ إِنَّكَ لَا تَعْلَمُونَ“ (الصافات: ۲۰) اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ الذکر کے نزدیک یہ اہم بحث یا مسئلہ ہے کہ غلامی باتیں کو جو کہیں

مشکوٰۃ کی ایک روایت ہے، عن النبی ﷺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: رأیت یلیفۃ سری فی

بجائے ائمہ شہادہ بمقام دین من نار قلت من هؤلاء یا جبریل؟ قال هؤلاء خطباء امتک یا مردوں بالبر وینیسو فی سقم

حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب عمران میں میں نے بہت سے ایسے لوگ بھی کیے

ہے جو نہ ان کی قیادہ سے کالے جا رہے تھے میں نے حضرت جبریل سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہیں انہوں نے بتلایا کہ یہ

ہیں، امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو تو یہ کہہ دیتے ہیں لیکن اپنی ذات میں کفر و فتنہ کرتے ہیں (یعنی خود عمل نہیں کرتے تھے)

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔

(۲) مختب کو چاہئے کہ فریضہ احتساب کی ادائیگی کے وقت، ضرورتاً رجب کو تبرہ فطر رکھے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے خلوص کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کا عرس، مال دینا اور وہ کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی مرعوب نہیں ہوگا بلکہ بے دھرم کام بالعموم نہ بنی عن الذکر کا فریضہ انجام دے گا۔ علماء ملت اسلامیہ بہت ہی فرائض ملتیں ہیں۔ سلطان آنا بک زنگی کے بارے میں منقول ہے کہ اسے ایک مختب کی ضرورت تھی لوگوں نے اس سے ایک عالم کا تذکرہ کیا۔ اس نے انہیں اپنے دربار میں طلبہ کر کے کہا کہ تم میں سے آپ کو مختب مقرر کیا، آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا کریں۔ اس عالم ربانی نے کہا کہ اگر تو اختا آپ نے مجھے مختب مقرر کر دیا ہے تو پھر اس بستر سے جس پر آپ بیٹھے ہیں، اٹھ جائیں اور یہ مسند بٹا دیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں ریشمی ہیں اور ریشم مرد کیلئے حرام ہے۔ اسی طرح آپ یہ انگوٹھی بھی اتار لیں اسلئے کہ یہ سونے کی ہے اور سونے کا استعمال بھی مرد کیلئے حرام ہے۔ یہی منکر سلطان بستر سے اٹھ گیا، انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور اسے کہا کہ اختا کبے علاوہ آپ کو شرطہ (پولیس) اسکی نگرانی کی ضروری ہے پھر کوثر بنا ہوا۔

(۳) مختب کو چاہئے کہ اپنی ظاہری وضع قطع بھی شریعت کے مطابق رکھے۔ مثلاً مونچھیں شریعت کے مطابق کتروائے، داڑھی بڑھائے، ناخن ترشوائے، پاک صاف لباس پہنے اور اس میں شرعی آداب کو ملحوظ رکھے۔ صلحا کا سانا از اختیار کرے، اوباش لوگوں کی وضع اور ان کے لباس سے پرہیز کرے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص محمود غزنوی کے دربار میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے تختہ تختہ بنا دیجئے۔ سلطان نے اس شخص کی طرف دیکھا تو اس کی مونچھیں اس قدر بڑھی ہوئی تھیں کہ بالوں نے منہ کو ڈھانپ رکھا تھا اور اسے لمبا جُتہ پہنے ہوئے تھا کہ واسن زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ سلطان نے کہا، شیخ محترم آپ پہلے اپنا تو اختا کبے اور اپنی وضع شریعت کے مطابق بنائیے تب میرے پاس آکر مختب کا عہدہ طلب کیجئے گا۔

(۴) عفت بھی انتساب کا ایک لازمی جز ہے یعنی مختب کیلئے ضروری ہے کہ نام معاملات میں عقیقت اور متورع ہو، اسکی نگاہ پاک، کردار بے داغ اور دل ہر قسم کے لالچ اور طمع سے خالی ہو۔ اسے چاہئے کہ لوگوں کے توافقت قبول نہ کرے اور نہ لوگوں سے زیادہ میل جول بڑھا کر انہیں اپنے ساتھ تے نکالتے ہو۔ بڑا موقع دے کیونکہ ایسا کر نیچے اس کا عرس داب جو مختب کیلئے ضروری ہے ختم ہو جائیگا۔ عوام سے میل جول بڑھانے کے بعد رشوت لینے اور دینے کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک مختب کے پاس ایک جلی ختی جس نے کھانے کیلئے چھیڑے ایک قصاب دیا کرتا تھا اور مختب اس کا معاوضہ نہیں لیتا تھا۔ ایک دن مختب نے

تصا ب کو کہو بار میں بدویانسی کرتے دیکھو ہاں تو اسے تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا۔ سب سے پہلے اس نے گھر جا کر اس بی بی کا حال باہر کیا، اس کے بعد قصاب کے پاس آکر اس کی بدویانسی پر تنبیہ کی۔ قصاب نے کہا کہ آج کے بعد نئے میں آپ کی بی کیلئے بھیچر دے نہیں دوں گا۔ محتسب نے کہا کہ میں نے احتساب کرنے سے پہلے ہی گھر گھر سے نکال دیا ہے تاکہ میرے دلیس تجھ سے کسی قسم کی طرح نہ رہے۔ محتسب کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اعزہ، اقربا اور نوکر وں کو بھی نگرانی کرتا رہے، ایسا نہ ہو کہ وہ محتسب کے نام پر تجھے تحائف یا رشوتیں لیتے ہوں۔ (۵) آداب احتساب میں ایک نہایت اہم ادب یہ بھی ہے کہ محتسب نرم خو، خوش گفتار اور خوش خلق ہو، بخلی، بدزبانی اور ستم راجی سے لوگوں کی اصلاح کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ اَفْعِلْ اِلٰی سَبِيْلٍ رَّيَاكُمُ بِالْحِكْمَةِ وَالنُّوْحِ وَالْحُسْنِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ (النحل ۷۵) (اے پیغمبر! آپ اپنے رب کی طرف لوگوں کو حکمت، راجحی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیجئے اور ان سے بہترین طریقے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے رفیق و شفیع کو اہم صفت قرار دیا ہے ارشاد ہے: فَمَا رَمَقْنَاهُ مِنَ اللّٰهِ لَنْتَ لَمْعُوْا وَكَانَتْ ذٰلِكَ عِلْمَ الْقَلْبِ لَا يُعْصَمُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ (آل فرعون ۵۸) ”اس نبی! یہ اللہ کی بڑی برکت ہے کہ آپ ان کے نبی میں نرم دل واقع ہوئے ہیں اور اگر کہیں آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ بھی آپ کے پاس سے متاثر ہو چکے ہوتے۔“

ایہ مرقبہ ایک آدمی خلیفہ مامون کے دربار میں آیا اور اس نے نہایت تندی اور جبر و قویخ کے ساتھ خلیفہ کو نصیحت کی۔ مامون نے کہا اسے شخص اللہ تعالیٰ نے جب تجھ سے بہتر و افضل افراد کو مجھ سے زیادہ برے اور نراب آدمی کے پاس بھیجا تھا تو انہیں حکم دیا تھا کہ نرمی سے گفتگو کرنا، یعنی فرعون کے پاس حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ۔ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيْسًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰی (یعنی جب فرعون کے پاس جانا تو اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا، نہ کہ کہ وہ تمہاری باتوں سے نصیحت حاصل کرے اور اس میں توبہ خدا پیدا ہو جائے)۔

کیا تو خود کو حضرت موسیٰ سے افضل اور مجھے فرعون سے بھی زیادہ گمراہ سمجھتا ہے کہ اس تندی اور ترشی کے ساتھ مجھے نصیحت کر رہا ہے؟ یہ کہہ کر مامون نے اس آدمی کی طرف سے اپنا رخ پھیر لیا اور پھر اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ ۵۵

البتہ سراج دشمن اور جرائم پیشہ افراد کے مقابلے میں ضروری ہے کہ محتسب سختی اور غلطی

عَلَيْهِ اِنَّ الْاَوْفَاةَ وَالْمَوَدَّةَ ۝ ۵۵ ۝ اِنَّ الْاَوْفَاةَ وَالْمَوَدَّةَ ۝ ۵۵ ۝ اِنَّ الْاَوْفَاةَ وَالْمَوَدَّةَ ۝ ۵۵ ۝

اختیار کرے ورنہ یہ عذابِ شریف، اور عزتِ لوگوں کی زندگی و شہرہ بربادیں گے۔

عمل احتساب، حضرت امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں لکھا ہے کہ عملِ احتساب کا اجر تقدیراً ہوا چاہئے، بے منتخب کو چاہئے کہ وہ صرف اپنی نیکیاں پر گرفت کرے جن کا برملا انکار کیا جا رہا ہو، جو مٹاؤ، تختس میں نہ پڑے۔

اسے نہ تو لوگوں کے گھروں میں کان لگا کر یہ پتہ چلانے کی ضرورت ہے کہ اس میں مزار پر نما ہو یا جے یا نہیں اور نہ کسی کے گھر سے شراب کی بوسونگھنے کی کوشش کرے، البتہ اگر وہ معتبر آدمی اپنی مرضی سے اگر اسے اطلاع دیں کہ فلاں مکان میں شراب کی بھٹی ہے تو اس صورت میں وہ دستِ انڈی کا ہوا ہے۔ از کتاب جرم کا پتہ لگانا، جہاں نے بے منتخب کو چاہئے کہ وہ قریب پر اپنی طرح واضح کر دے کہ اس کا فعل غلط ہے۔ البتہ کہ ممکن ہے از کتاب، کہ نیوالے کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ فلاں کام کرنا غلط ہے، مثلاً بے منتخب نے کسی دیہاتی کو دیکھا کہ وہ تعدیل ارکان کے بیڑ نما ز پڑھ رہا ہے، صحیح طور پر رکوع کرتا ہے اور نہ مجدد تو بے منتخب کا فرض ہے کہ اسے نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ بتائے، اس صورت میں اسے لطف و نرمی کے ساتھ یہ یاد کرنا ہوگا کہ کسی قسم کی سختی یا درشتی اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ مرحلہ آتا ہے جبکہ بے منتخب یہ محسوس کرے کہ منکر کا قریب منکر کو منکر سمجھتے ہوئے اس کا از کتاب کر رہا ہے اور عادی مجرم ہے اس صورت میں بھی اسے چاہئے کہ وہ مجرم کو محبت و شفقت سے سمجھائے، اسے نصیحت کرے اللہ کا خوف اس کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرے، بزرگانِ دین اور صالحین اُمت کے حالات سنا کر اسے شر سے متفرغ اور خیر کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن اگر اس کے باوجود مجرم اپنی اصلاح نہ کرے اور اس کے عمل میں کسی قسم کا تغیر رونما نہ ہو تو پھر بے منتخب اسے سخت سٹ کہہ سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی وہ فتنہ یا دشنام طرازی سے احتراز برتے۔

اور اگر درشتی بھی بے اثر ثابت ہو تو پھر وہ اپنی قوت استعمال کر سکتا ہے۔ مثلاً شراب کے برتنوں کو توڑ دے، سازوں کو بیکار کر دے، اگر اسکے بدن پر حریر کا لباس ہو تو بالجراس کا لباس اتروا دے یا اگر وہ کسی دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ لے ہوئے ہے تو اسے یہ زور دے کہ اسے نکال دے گا۔ اگر اس کے بعد بے منتخب یہ دیکھے کہ اُس نے پھر شراب پی لی ہے یا کسی ایسے ہی منکر کا از کتاب کیا کہ یہاں ہے تو اسے دھکیلا بھی دے سکتا ہے۔ لیکن اگر اقدام بھی کافی ثابت ہو تو وہ اس شخص کو ماتحت نہ

یالات سے مار سکتا ہے، مگر کوئی ہتھیار استعمال نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر مختصاً یہ سوس کرنے لگے کہ مجرم کے بہت سے اعوان و انصار ہیں جو فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں جس سے ملکی نظام میں اختلال پیدا ہونے کا امکان ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ وہ حاکم اعلیٰ سے ہتھیار استعمال کرنے کی اجازت طلب کرے اور اجازت ملنے کے بعد اپنے اعوان و انصار کی مدد سے اس فتنے کو مکمل طور پر استیصال کرے۔

مختص کو یہ بھی اختیار ہے کہ بوقت ضرورت عدالتی کارروائی کے بغیر بھی وہ مجرموں کی تشہیر کرے۔ انہیں گلیوں میں پھرتے، غلط باٹ اور پیمانے اور ناقص مال کو ضبط کرے، کسی بددیانت تاجر کو کاروبار سے روک دے اور بار بار تائبیہ کرنے کے باوجود گروہ اپنی اصلاح نہ کرے تو اسے شہر بدر کر دے۔

احتساب اور مسلم حکومتیں | گذشتہ صفحات میں عرض کیا جا چکا ہے کہ الماندون کے دور حکومت میں محکمہ احتساب کا باضابطہ طور پر قیام عمل میں آیا اور بہت جلد مشرق و مغرب کے بیشتر مسلم علاقوں میں یہ محکمہ قائم کر دیا گیا۔ بعد ازیں یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مختص مسلم ممالک کی انتظامیہ کا جزو و لا ینفک بن چکا تھا۔ سلطنت عثمانیہ میں بھی اس محکمے کو اس کے تمام لوازمات کے ساتھ باقی رکھا گیا، البتہ منڈلیوں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ مختص کو ٹیکس عائد کرنے کی بھی ذمہ داری سپرد کر دی گئی حکومت کے واجبات بھی محکمہ احتساب کا عملی اصول کرتا تھا۔ اس کے علاوہ امر بالمعروف اور نہی عن الزکر، عوام کے اخلاق کی نگرانی، مساجد اور مقابر کی دیکھ بھال بھی مختص ہی کے ذمہ تھی۔

سلطنت عثمانیہ میں احتساب کے اولین ضوابط سلطان بایزید کے عہد حکومت (۸۸۶ - ۹۱۸ء) میں وضع کئے گئے۔ اس کے بعد سلطان سلیم اول، سلیمان اول، سلیم دوم، مراد سوم، مراد چہارم، محمد چہارم کے عہد میں ان پر اضافے کئے گئے۔ اگرچہ موقع بموقع ان میں جزوی تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں، سلطنت عثمانیہ میں ۱۸۵۶ء تک محکمہ احتساب کی بنیادی شکل میں باقی رہا ہے۔

خلافت عباسیہ کے انقضاض کے بعد ایران میں جو مختلف حکومتیں بنیں ان سب نے محکمہ احتساب کو برقرار رکھا اور ان ادوار میں بھی محتسب بدستور سابق امر بالمعروف نہی عن المنکر اخلاق عامہ اور مذہبی فرائض کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ عوام کی آسائشوں کا خیال رکھنا، غلاموں اور باربرواری کے جانور کے ساتھ بہتر سلوک کرنا، ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت، سوداگروں اور اہل حرد کے اعمال کی نگرانی بھی محتسب ہی کے ذمے تھی۔ محتسب عام طور پر دینی جماعت کا فرد ہوتا تھا۔ محتسب میں علم، عدل، ورع، حسن اخلاق اور تہذیب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ہر شہر اور قریے میں محتسب مقرر تھے جو مملکت کے محتسب اعلیٰ (جسے محتسب الممالک کہا جاتا تھا) کے ماتحت فرائض مفوضہ انجام دیتے تھے۔ یہ سلسلہ بیسویں صدی کے اوائل تک بارہویاں لیکن رضا شاہ پہلوی نے جب جدید عدالتیں قائم کیں تو اکثر امور جسے جدید عدالتوں کی تولیت میں دے دئے گئے تھے۔

برصغیر پاک و ہند کے بھی اکثر مسلمان حکمرانوں نے اپنے دور حکومت میں احتساب کا نظام قائم کر رکھا۔ ان میں قابل ذکر غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ - ۶۸۶ھ) فیروز شاہ تغلق (۶۵۲ھ - ۶۹۰ھ) سکندر لودھی (۸۹۴ھ - ۹۲۳ھ) اور اورنگ زیب عالمگیر ہیں۔ غیاث الدین بلبن ایک اچھی حکومت کے لئے محکمہ احتساب کو ضروری سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے دور حکومت میں چھوٹے چھوٹے قریوں میں بھی جہاں دو چار سو مسلمانوں کی آبادی تھی، قاضی اور محتسب مقرر کر رکھے تھے۔ یہی حال سلطان علاؤ الدین خلجی کا تھا، وہ ہمیشہ اس بات کے لئے کوشاں رہتا کہ اس کی مملکت میں اخلاق حسنہ کو فروغ حاصل ہو اور لوگ منہیات سے پرہیز کریں، اس مقصد کے لئے اس نے مملکت کے گوشے گوشے میں محتسب مقرر کر رکھے تھے اس کا مشیر خاص اور فیروز شاہ کے دور میں ملتان کا گورنر عین الملک عبداللہ بن مابرو اپنے ایک مکتوب میں احتساب کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے :

”وقرآن حق خواص است کہ معانی آں را بہ بلیدہ و تدبیر کنند و اتباع حق نمایند اما عوام کہ ایشان را خوف و خشیت باری تعالیٰ نیست، اگر خوف سلطان و ولایۃ ہم نباشد تقاضا و تعانی را بہ و خروج و دمار و اموال مسلمانان در معرض ہد و تلف افتد۔ چوں ایہ قاعدہ

شیر عا م ستر است و در طبائع فسق و ہوائے نفس غالب و مستولی بنا بریں زاجری و مانعی می باید تا امور عظام کہ مطلوب است با اصلاح باز آید و بر حسب شرع تشبیت پذیرد۔

بہر تحقیقائے ایں سابق و ادبگی و احتساب خطہ ملتان بحوالہ فلاں گردانیدہ شدہ نادریں اشتغال شریف و امور دینی قیام نماید و بر جادہ شرع و طریقہ عدل باشد و طائفہ ایں کہ پاسے از دائرہ شریعت بیرون می ہنند و در چیزے کہ خلاف مذہب است اقدام می نمایند، بصلاحیت تمام و حسن اہتمام مانع و زاجر باشند۔

” اس عبارت کا لفظ ترجمہ یہ ہے کہ: قرآن حکیم پر غور و عمل کرنا اور اس کے معانی پر تدبیر، خواص کا حق ہے لیکن عام جنہیں خوف خدا (عموماً) نہیں ہوتا، اگر انہیں بادشاہوں اور ولیوں کا بھی خوف نہ ہوتا تو ان کے درمیان قتل و غارت گری پھیل جائے گی اور لوگوں کی آبرو، جان اور مال تباہ ہو جائے گی چونکہ طبائع پر فسق و فجور اور خواہشات نفسانی کا غلبہ ہو کر رہتا ہے اس لئے کسی رول ٹوک کرنے والے کا وجود ضروری ہے تاکہ معاشرے میں صلاح و فلاح کا دور دورہ ہو اور معاشرہ شریعت کے منہار کے مطابق زندگی گزارے، مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں خطہ ملتان کا محکمہ احتساب فلاں شخص کے سپرد کیا گیا ہے تاکہ وہ اس کا رخیہ کو انجام دیں۔ دینی امور کو قائم کریں اور شریعت و عدالت کے جادہ متفقہ پر نودھی کامزن رہیں (اور دوسروں کو بھی کامزن کریں) اور اگر کوئی جماعت جادہ شریعت سے منحرف ہونے لگے تو اس کے خلاف سخت ترین اقدام کریں اور اسے اس طرح کے فاسد اعمال سے روکیں۔“

یہی طریق کار محمد نفلق کا تھا۔ وہ شرعی امور میں معمولی سے تساہل کو بھی برداشت نہ کرتا تھا۔ فیروز نفلق نے اپنے دو حکومت میں عورتوں کو مقابر پر جانے سے روک دیا تھا۔ سکندر لودھی نے غازی سادات سعور رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر نیزے چڑھانے کی قدیم رسم کو بند کر دیا تھا۔ لہذا ان کے عہد حکومت میں احتساب کا وہ زور تو نہ رہا جو اس سے پہلے تھا۔ البتہ اور کام زیب عالمگیر ختی سے شریعت کا پابند تھا اور اس نے مملکت محروسہ میں پوری دیانتداری

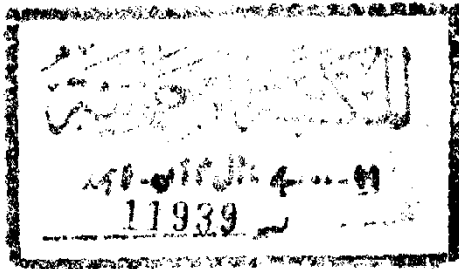
۱۸۔ حسن ملک عبداللہ بن مہر و النصار، بروکتوب (۱۸)

THE ENCYCLOPEDIA OF ISLAM, 3: 492 LEIDEN 1971

سے شرعی قوانین نافذ کئے، محکمہ احتساب کا اہتمام کیا اور شراب نوشی، افیون اور دیگر منشیات کے استعمال کرنے والوں کے لئے سزائیں مقرر کیں۔ آگے چل کر منسل حکمرانوں نے احتساب کا محکمہ کو توال کی تحویل میں دے دیا۔ حالانکہ کو توال ایک قسم کا دنیاوی منصب تھا جبکہ محتسب صرف ان امور سے سروکار رکھتا تھا جو شرعی قوانین کے ذیل میں آتے تھے۔ یہ انتظام مسلمانان ہند کی مذہبی اور معاشرتی زندگی کے لئے تباہ کن اور آخریاں ان کی حکومت کے لئے مہلک ثابت ہوا۔

محکمہ احتساب اور اسلامی حکومت کے مختلف محکموں اور ان کے طریق کار پر امام ابن تیمیہؒ نے بھی بحث کی ہے۔ اس ضمن میں وہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

کسی اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد و حید ہی یہ ہے کہ دین اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہو، اللہ کا کلمہ بلند ہو اور جس نظام کو نافذ کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین نے جہاد کیا تھا وہ نظام من کل الوجہ قائم ہو جائے۔



۱۲ THE ENCYCLOPEDIA OF ISLAM : 3 : 492 : LEIDEN 1971

۱۱۹۴۱ دارالحدیث، لاہور، پاکستان، ۱۹۷۱ء

۱۱۹۴۱ دارالحدیث، لاہور، پاکستان، ۱۹۷۱ء

اسلامی حدود
اسلامی حدود

اور (۱۷)

ان کا فلسفہ
ان کا فلسفہ

تالیف
تالیف مولانا
مولانا سید محمد متین باثمی

ڈائریکٹر ریسرچ سیل دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

اسلامی حدود کے نفاذ کے عمل، مبادیات اور اسلامی قانون جرم و منکر کے فلسفہ
پر ایک مختصر مگر پرمغز کتاب۔ وکلا اور قانون دان طبقہ کیلئے معلومات کا ایک بیش بہا نصاب

پتہ
دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

رتبہ ادا و تبدیلی احکام

تالیف

مولانا مجیب اللہ ندوی

خلفاء راشدین کے اصول اجتہاد اور علمائے سلف کے قانون سازی کے
اصالیب پر معترضین حضرات کے لیے مدلل جواب۔

پیش
از دہلی قیام سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مصنفین

تالیف
مولانا مجیب اللہ ندوی

اسلامی ہندوستان میں فقہ اسلامی کی ترقی اور اصول فقہ کی تاریخ پر ایک اہم دستاویز
ہندوستان میں تیار ہونے والی عالم اسلام کی ایک اہم فقہی کتاب فتاویٰ عالمگیری کی مستند
تاریخ اور اس کے مؤلفین کے قابل اعتبار احوال۔

پیشکش: مرکز تحقیق و پال سنگھ ٹرسٹ لاہوری

لاہور

